التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۵، شمارہ ۱۸، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء

سید قطب کا تصور جاہلیت

حبیب الرحمن

Abstract

Despite western countries' superficial development and materialistic flourishing it is a fact that they are victim of a great outbreak and obscurity and the main reason of this circumstance is their declining of God's prescribed way and following the style of life designed by their own desires and Satan (evil forces) that is the real ignorance.

Sayyid Qutub in this regard has given the example of Sweden which is one of the richest and developed countries of Europe, where its citizens get all the possible facilities that exist on Earth. On the other hand they are suffering with profound miseries of spiritual and psychological ailments.

Furthermore the impact of this modern ignorance is not limited only to Sweden or any other nation, rather its bad influence and worse results has ruin the whole

humanity. The effect of ignorance is affecting ethics and manners conduct and deeds, government and society, monetary and economical in short all aspects of life are falling in decline.

However, worst of all, as a result of this ignorance the humanity of man is on stake and man has reached on a stage of cruelty which is nastiest than animal.

جاہلیت کا لفظ قرآن کریم میں چار مرتبہ مذکور ہے اور چاروں مرتبہ نکرہ کے بجائے معرفہ یعنی "الجاھلیة" مستعمل ہوا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ....(154)(۱)

ترجمہ: پھر اتاری اللہ نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر تھی (محض) اپنی جانوں کے بارے میں (اور اسی لئے) وہ بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے بارے میں بلاوجہ عہد جاہلیت کی سی بدگمانی۔

(۲) أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ(50) (۲)

ترجمہ: تو کیا (نافرمان) لوگ جاہلیت کے زمانے کے فیصلے چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔

(۳) وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ....(33)(۳)

ترجمہ: (اے نبی کریم کی ازواج مطہرات) ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دور جاہلیت میں رواج تھا۔

(۴) إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

شَیْءٍ عَلِیْماً (26)(۴)

ترجمہ: جب جگہ دی کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو یعنی (زمانہ) جاہلیت کی ضد تو نازل فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین کو اپنے رسول (مکرم) پر اور اہل ایمان پر اور انہیں استقامت بخش دی تقویٰ کے کلمہ پر اور وہ اس کے حقدار بھی تھے اور اس کے اہل بھی تھے۔اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

قرآن کریم میں اس تذکرہ جاہلیت کے بعد لفظ جاہلیت یا الجاہلیہ کی تفہیم ضروری ہے تاکہ لغوی معنی کے اجمال کو سید قطب کی تفسیری توضیح اور تفصیلی فکری روشنی میں موجودہ عالم اسلام اور اس کی مشکلات وحل کے تناظر میں سمجھنے میں آسانی ہو۔

"الجاہلیہ کے معنی جہالت کی حالت یعنی بت پرستی جو بلاد عرب میں قبل ظہور اسلام رائج تھی۔ جاہلیت کا اطلاق عرب کے ان حالات پر بھی ہوتا ہے۔جو اسلام سے پہلے عرب پر طاری تھے

اور اسی مادہ سے المَجْهَل ۔ بے راستہ والا جنگل بغیر نشان کا بیابان اس کی جمع مجاہل ہے جبکہ معرفہ الجاہل کا معنی نادانیاں ہیں، اس کا واحد جہل ہے۔عربی میں جب "انا لنصفح عن مجاهل قومنا" کہتے ہیں تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ "ہم اپنی قوم کی نادانیوں سے درگزر کرتے ہیں۔(۵)

لفظ جہل اور اس کے مشتقات کے معنی ومفاہیم مولانا امین احسن اصلاحی نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"جہل کا لفظ علم کے مقابل میں بھی آتا ہے اور حلم (دانش) کے مقابل بھی ۔جب کہ جہالۃ کے معنی عربی میں صرف نہ جاننے کے نہیں آتے بلکہ اس کا غالب استعمال جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی شرارت یا ظلم یا گناہ کا کام کرگزرنے کے معنی میں ہے۔........"(۶)

ایک حماسی کا شعر ہے

الا لا یجهلن احد علینا فنجهل فوق جهل الجاهلینا

ترجمہ: آگاہ! کوئی ہمارے خلاف جہالت کا اظہار نہ کرے کہ ہم بھی تمام جاہلوں سے بڑھ کر

جہالت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

اور اسی مادہ سے اس کا اسم فاعل ،جاہل ہے۔

جاہل اس شخص کو کہتے ہیں جو علم وعقل کے بجائے جذبات اور خواہشوں کی پیروی کرتا ہو۔(۷)

جبکہ بقول الیاس انطون الیاس کے:

"جهل. جهالة: ضد علم	Ignorance
	dulness / stupidity
جاهل ضد عالم/متعلم	Ignorant
وجاهلية العرب	Pre-Islamic State of Paganism
حالة الجهل	(۸)State of Ignorance"

لغوی تعریف کی اس مختصر وضاحت سے جہل/جہالت یا جاہلیت کے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایسی زندگی اور معیارات زندگی جو خود انسانی خواہشات ،اور عقل کے تابع ہو اور اس کی بنیاد آسمانی ہدایت کے بجائے وقتی وعارضی جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی کام کرگزرنا جو عدل وانصاف کی ضد ہو اور ظہور اسلام کے بعد ،اسلام نے ان کی کسی بھی شکل میں توثیق وتائید نہیں کی ہو۔

اسی لئے متقدمین میں شیخ ابن تیمیہ نے جاہلیت کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

"ہر وہ کام جاہلیت کا کام ہے جسے لوگوں نے اختیار کر رکھا تھا لیکن اسلام نے اسے برقرار نہیں رکھا پس امور جاہلیت میں وہ ساری چیزیں داخل ہیں جنہیں لوگ اپنائے ہوئے تھے۔(لیکن اسلام نے ان کی مثبت طریقے پر توثیق نہیں کی) خواہ اس نے صراحت سے ان کے نام لے کر ان سے منع بھی نہ کیا ہو"(۹)

جب کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لفظ جاہلیت کو اسلام کے مقابلے میں استعمال کرتے ہیں۔

"جاہلیت کا لفظ اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے کیونکہ اس کی طرف خدا نے رہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے۔اور اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے جاہلیت کا طریقہ ہے۔عرب کے زمانہ قبل اسلام کو جاہلیت کا دور اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں علم کے بغیر محض وہم یا قیاس و گمان یا خواہشات کی بناپر انسانوں نے اپنے لئے زندگی کے طریقے مقرر کر لئے تھے۔اور طرز عمل جہاں جس دور میں بھی انسان اختیار کریں اسے بہرحال جاہلیت ہی کا طرز عمل کہا جائے گا۔(۱۰)

پیر محمد کرم شاہ الازہری بھی جاہلیت کی تعریف سورہ مائدہ کی آیت ۵ کی روشنی میں ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے مقابلے میں انسان کی اپنی وضع کردہ ہدایت جو خود اس کے خواہشات کے تابع ہو۔

"جاہلیت اس نظام حیات کو کہتے ہیں جہاں قانون سازی کا کامل اختیار خالق کائنات کو نہ ہو بلکہ انسانی اغراض اور خواہشات کے ہاتھ میں ہو۔جہاں اقتدار وحکومت کی مسند پر وحی الٰہی کے بجائے انسان کا ناقص اور نا تمام علم قابض ہو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم ان آسمانی کتابوں کی اطاعت کو گراں سمجھ رہے ہو جن میں ہدایت ہی ہدایت ،نور ہی نور ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم دور جہالت کے اس ظالمانہ نظام کو اپنانا چاہتے ہو جس میں غریب وامیر ،کمزور اور طاقتور ،حاکم اور محکوم کے لئے الگ الگ قانون تھے۔ذرا سوچو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے احکام جو عین عدل وانصاف اور مجسم رحم وکرم ہیں وہ بہترین ہیں یا تمہارا یہ ظالمانہ نظام جہاں خواہشات کی سرداری ہے"(۱۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب جاہلیت کے معنی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"Showing displeasure at Islamic laws and obeying ones own desires....(12)

ان تمام تعریفات کا خلاصہ اگر نکالا جائے تو وہ ان الفاظ میں شاید تمام تعریفات جاہلیت کے مقصد تک رسائی فراہم کرتا ہے کہ توحید جملہ آسمانی ہدایت ومذاہب کی تعلیمات کی بنیاد بلکہ خشت اول ہے۔اسی لئے توحید پر ایمان ،توحید کے تقاضوں کی تکمیل ،توحید کے تصور

پرمبنی انفرادی ،زندگی اور اجتماعی نظام حیات کا قیام ہی وہ اساس ہے جس کے حقیقی معنی میں نافذ کرنے اور عملی زندگی میں جاری کرنے کا مدعا لے کر جملہ انبیاء ورسل تشریف لائے ،لیکن انسان اپنی محدود حاصل شدہ آزادی کو کامل آزادی تصور کرتے ہوئے الہامی تعلیمات سے روگردانی خدائی ہدایت سے انحراف ،انبیاء ورسل کے بجائے وقتی اور عارضی رہنماؤں ،اور خواہشات نفس کا اسیر بن کر جب خدائی راستہ چھوڑ دیتا ہے تو اس کا نتیجہ ظلم وسرکشی کی صورت میں نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر انسان اپنے ،خاندان قبیلہ اور پھر قوم کے تحفظ کے لئے ایسے قوانین اور اصول وضوابط وضع کرنا شروع کر دیتا ہے جس کی بنیاد ظلم ہوتا ہے اور جس کا انجام خدا سے بغاوت اور شیطان کی پیروی ہوتا ہے۔

"جب انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قوانین اور ضوابط سے انحراف کرتے ہوئے اپنی سوچ فکر اور خیال کے تحت قوانین اور اصول بناتا ہے تو اسے قرآن وسنت میں "جاہلیت" سے تعبیر کیا گیا ہے"(۱۳)

بقول استاد محمد قطب کے جو سید قطب شہید کے حقیقی بھائی اور ان کی کتابوں کے شارح اعظم سمجھے جاتے ہیں۔

"جاہلیت ہوائے نفس کی اتباع کا دوسرا نام ہے۔۔۔۔۔۔جاہلیت اللہ کی ہدایت سے روگردانی اختیار کر لینے کا نام ہے"(۱۴)

اپنی ہی پیش کردہ تعریف کی مزید توضیح محمد قطب ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"درحقیقت جاہلیت اللہ کی ہدایت سے بھٹک جانے اور اس کے حکم کو ٹھکرا دینے کا نام ہے اور یہ کہ جس مرحلہ پر بھی اللہ کی ہدایت سے روگردانی کی جائے گی اسے جاہلیت ہی کہا جائے گا۔(۱۵)

جب کہ سید قطب جاہلیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"جاہلیت ماضی کے کسی دور کا نام نہیں ہے،جاہلیت ہر اس نظام کا نام ہے جس میں انسان انسان کی بندگی کرتا ہو۔اور یہ خصوصیت بلا استثنا آج روئے زمین کے ہر نظام کی ہے۔آج نوع انسانی جس نظام ہائے حیات کو پیش کر رہی ہے ان میں انسان اپنے ہی جیسے انسانوں سے

افکار وتصورات ،اصول ومبادی،اقدار اور پیمانے قوانین وشرائع،ضوابط اورطورطریقے اخذ کرتا ہے۔اور یہی جاہلیت ہے۔اپنے تمام عناصر ترکیبی اوراصول ومبادی کے ساتھ''(۱۶)

جاہلیت بقول سید قطب کے کسی گذرے ہوئے دورکا نام نہیں بلکہ اس کا اظہار کسی بھی زمانے میں ،کسی بھی نام وشکل کے ساتھ اللہ کی ہدایت سے روگردانی کے نتیجہ میں ظاہر ہوسکتی ہے۔کیونکہ وَجَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا کے مصداق ہر الٰہی قانون کا بھی ہر زمانے میں ایک Counter reactive انسانی قانون ہوتا ہے۔آسمانی ہدایت کے مقابلے میں زمین پر اللہ کے باغی انسانی ہدایت وضع کر لیتے ہیں اور خدائی شریعت کے مقابلے میں انسانی شریعت مستقل طور پر ہر زمانے کے انسانوں کو اللہ کے نظام زندگی سے بے نیاز کرنے کی جہد مسلسل کر رہی ہوتی ہے۔چنانچہ نام ،عنوان ،لقب اور راہ عمل کوئی بھی ہو۔ہر وہ طریقہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق کے برعکس ہو اس کا حقیقی نام جاہلیت ہی ہوگا۔

''جاہلیت کسی خاص دورکونہیں کہتے۔وہ ایک حالت اور ایک وضع وقطع ہے جو زمانے کے مختلف ادوار میں مختلف شکلوں میں سامنے آتی رہتی ہے۔چنانچہ کسی دور میں یا خدائے واحد کی تنہا الوہیت ہوگی اور بندے اس واحد الوہیت کو تسلیم کرنے کے نتیجے میں اس کی جامع وکامل بندگی کریں گے۔اقتدار کی تمام شکلیں خدائے واحد کے لئے مجتمع ومخصوص ہوں گی۔

جذبات وافکار،نیات واعمال اورعظیمات اور طورطریق سب کا تعلق صرف اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہوگا اور اسی سے تمام قدروں اورپیمانوں ،شرائع وقوانین اورتصورات وہدایات کو اخذ کیا جائے گا یا اس سے انحراف کی صورت میں کسی نہ کسی شکل میں جاہلیت کا دور دورہ ہوگا اور اس میں انسان ،انسان کا یا اللہ کی کسی اور مخلوق کا بندہ ہوگا''(۱۷)۔

جاہلیت کے اسلام کی ضد اور حریف ہونے کا سبب کسی انسان (مفکر،مفسر،دانشور یا لیڈر) کے ذہن کی اختراع اور اس کی علمی ایجاد نہیں ہے۔اور نہ ہی یہ کسی فرد کی ذاتی پسند اور ناپسند کا شاخسانہ ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اسلام کے مقابلے میں دوسرے تمام افکار اورطرز ہائے زندگی کو اندھیروں سے تعبیر کیا ہے۔

وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ(۱۸)

اور (اللہ تعالیٰ) اپنے اذن سے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ لکھتے ہیں

''تاریکیاں اور اندھیرے کئی قسم کے ہیں۔شرک وکفر کا اندھیرا ،گناہ وسرکشی کا اندھیرا ،نفس پرستی اور بدعت کی تاریکی غفلت اور سستی کی ظلمت اس لئے ظلمات جمع کا لفظ ذکر کیا۔لیکن نور صرف ایک ہی ہے ،اس لئے واحد کا لفظ ہی استعمال فرمایا۔صراط مستقیم یعنی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انسان مختلف قسم کے اندھیروں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آتا ہے''(۱۹)

سید قطب یہاں تاریکی سے مراد صرف نظریہ ،فکر اور اعتقاد کی تاریکی مراد نہیں لیتے بلکہ وہ لفظ ''الظلمت'' کو ایسی تاریکی کا مصداق قرار دیتے ہیں جس نے پوری انسانی زندگی اور اس کے ہر ہر حصہ اور پہلو کو لباس ظلمت پہنا رکھا ہے،اسی تاریکی کے لیے وہ جامع لفظ جاہلیت استعمال کرتے ہیں۔

''جاہلیت سر تا سر تاریکی ہے ،شکوک وشبہات ،خرافات واساطیر اورغلط افکار وتصورات کی تاریکی ،خواہشات ابھرتے ہوئے جذبات اور لق ودق صحراء میں بھٹکتے پھرنے کی تاریکی ،ہدایت سے کٹنے اور بے چینی واضطراب اور حیرانی وسرگردانی کی تاریکی ،امن ،بخشش اور مانوس ومامون دربار سے بھاگ آنے اوروحشت میں مبتلاء ہونے کی تاریکی ،اقدار،احکام اور پیمانوں کے گڑبڑ اور مختل ہونے کی تاریکی''(۲۰)

سید قطب شہید نے مذکورہ بالاسطور میں جاہلیت کی جس تاریکی کا ذکر کیا ہے وہ کوئی جامد یا منجمد تاریکی نہیں بلکہ وہ اس ظلمت جاہلیت کے متحرک وجود کو ایک نقطہ نما چھوٹے وجود سے ایک دیو پیکر ہیولے میں تبدیل ہوتے ہوئے دکھاتے ہیں جو اعلیٰ انسانی قدروں ،اوصاف ،اخلاق وکردار پر حملہ آور ہوکر انسانوں کو اس سے تہی دامن کرنے کی کوشش کرتی ہے۔چنانچہ اس جاہلیت کے مقابلے میں وہ جس روشنی کا ذکر کرکے اس کے برگ وبار اورانسان اور انسانی معاشروں پر اس کے مثبت وتعمیری اثرات کا تذکرہ کرتے ہیں وہ اسلام ہے۔جس کی روشنی سے پوری زندگی منور ہوجاتی ہے اورانسان اپنے وجود کے ہر انگ اور جسم کے ہر حصہ میں

اس کی نورانیت کو محسوس کرتا ہے بلکہ یہ نور (اسلام) اس کا ہر معاملہ میں ہمنوا اور رفیق بن جاتا ہے اور اس کے زندگی کی ساری گرہیں اس روشنی اور نور میں خود بخود کھلنے لگتی ہیں۔

''رہا نور (اسلام) تو وہ نور ہی ہے ۔۔۔۔۔کہ وہ دل میں ،عقل میں ،انسانی وجود میں ،زندگی میں ،اور سب امور ومعاملات میں نور ہی ہوتا ہے اور سب کو روشنی کرتا ہے''(۲۱)

اللہ تعالیٰ نے اس نور کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲۲)

ترجمہ: جس کے ذریعے اور ان لوگوں کو، جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور اپنے اذن سے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

سید قطب اسی لئے روئے زمین پر، پوری انسانی معلوم تاریخ میں بالعموم اور بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالخصوص ،انسانوں کے طرز ہائے زندگی کو دو خانوں میں دو عنوانات کے تحت تقسیم کرتے ہیں ۔اور وہ ہے آسمانی ہدایت یعنی اسلام اور جاہلیت اور پھر اسلام کا وظیفہ ہی یہ قرار دیتے ہیں کہ وہ جاہلیت کی ظلمت میں پسنے والے افراد کا حقیقی اور آخری سہارا ہے جو ان کو ان کے اپنے جیسے انسانوں کی بندگی سے نجات دینے والا ہے۔

''ہم ان نظاموں کو جن میں بندے بندوں کی بندگی کرتے ہیں نظام جاہلیت سے منسوب کرتے ہیں۔خواہ ان نظاموں کی کتنی ہی مختلف شکلیں ہوں اور کتنی ہی سوسائٹیوں اور زمانوں میں چلتے رہے ہوں۔یہ نظام اسی بنیاد پر قائم ہیں جسے ختم کرنے کے لئے اور جس سے انسانیت کو رہائی دلا کر زمین ایک ہی الوہیت قائم کرنے کے لئے دین اسلام آیا ہے''۔(۲۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام نے پہلے بھی انسانوں کو اس پستی سے نجات دی ہے۔

سید قطب اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

''اسلام نے انہیں (اولین مخاطبین) بتوں، فرشتوں، جنوں، ستاروں اور آباء اجداد کی

خدائی کے جاہلانہ عقائد وتصورات ،احمقانہ اساطیر اور گندی خرافات کی پستیوں سے اوپر اٹھا کر توحید کے بلند افق تک منتقل کردیا۔واحد خدا پر ایمان کے افق تک جو قادر مطلق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے اور کسی انسان کے مابین کوئی واسطہ نہیں،سب اس کے بندے اور سب اس کے غلام ہیں۔اس نے کاہنوں ،پروہتوں اور ارباب اقتدار کے اقتدار سے آزادی بخشی ،جس طرح کہ اس نے انہیں اوہام وخرافات کے چنگل سے نجات دلائی''۔(۲۴)

اس بات کی مزید وضاحت سید قطب اس طرح کرتے ہیں۔

''عربوں کے اجتماعی قوانین اور طور طریق میں طبقاتی امتیازات ،ذلیل وپست عادات واطوار اور جبر واستبداد کی تمام خرابیاں موجود تھیں اور ان خرابیوں میں وہ سب افراد ملوث تھے جنہیں اقتدار کا کچھ حصہ حاصل تھا۔اسلام نے جاہلیت کی ان پستیوں سے انہیں نجات دلائی اور انہیں اوپر اٹھایا۔۔۔۔۔۔اسلام نے ان کو رسم ورواج ،عادات و اخلاق اور اجتماعی روابط و تعلقات میں جاہلیت کی پستیوں سے نکالا ،انہیں اس پستی سے نکالا کہ وہ لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے،عورتوں کو تنگ کرتے تھے،شراب پیتے اور جوا کھیلتے تھے،ان کے جنسی تعلقات میں انارکی تھی تبرج جاہلیت اور اختلاط مرد وزن تھا،اسی کے ساتھ عورت کو ذلیل وحقیر خیال کیا جاتا تھا،خون کے انتقام اور لوٹ مار کے سلسلے عام تھے اور باہر کے کسی حملے کے مقابلے میں متحد ہوکر مقابلہ کرنے کے بجائے انتشار،ضعف اور وسائل کی کمی کا شکار ہوتے جیسا کہ حبشیوں کے ،خانہ کعبہ پر حملے کے وقت ہوا''۔(۲۵)

واضح رہے کہ اصلاح عقیدہ ،فکر اور عمل کا آغاز اسلام نے کسی سطحی کوشش سے نہیں کیا کیونکہ یہ پوری کوشش رائیگاں چلی جاتی بلکہ اسلام نے اس کام کو عقیدہ کی صالحیت اور خاصیت سے شروع کیا کہ یہ اساس ہے فطرت انسانی میں در آنے والے فاسد و باطل نظریات کی تطہیر کے لئے۔

اسلامی نظام نے جاہلیت کی خرابیوں اور رذائل اعمال کے علاج کا آغاز ان خرابیوں کی اصلاح سے نہیں کیا۔اس نے عقیدہ ۔ لا الہ الا اللہ کی شہادت سے کیا اور لا الہ کی حقیقت کو دلوں میں پیوست کرنے کا عمل اس دور میں تقریباً تیرہ سال جاری رہا۔اس پوری مدت

میں اسلامی نظام کے سامنے یہی ایک مقصد تھا۔یعنی لوگوں کے دلوں میں خدائے برحق کی معرفت پیدا کرنا اور انہیں ان کا بندہ اور اس کے اقتدار کا مطیع بنانا، یہاں تک کہ جب ان کے نفوس اللہ کے لئے خالص و یکسو ہوگئے اور اللہ کی پسند کے سوا اپنے نفوس کے لئے ان کی کوئی پسند نہیں رہی تب تفصیلی احکام کے نزول کا آغاز ہوا جن میں عبادات بھی شامل تھیں اور اسی وقت جاہلیت کی اجتماعی ،اقتصادی ،نفسیاتی ،اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کے ازالے اور سماج کو ان سے پاک کرنے کا عمل شروع ہوا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا تھا،اس کے بندے چوں وچراں اور بحث ونزاع کے بغیر اس کا حکم ماننے لگتے تھے''۔(۲۶)

اور یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں سے ہمیشہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب وہ مسلمان ہیں تو ان کو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہوجانا چاہئے اور دائیں بائیں دیکھنے کے بجائے ''الصراط المستقیم'' پر ہی گامزن رہ کر منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہنا چاہئے کیونکہ اہل ایمان کا اسلام کے علاوہ کسی دوسری طرف التفات کرنا ،جاہلیت کو قبول کرکے اس کے مطابق زندگی گزارنے کا دوسرا نام ہے۔

''لوگ یا تو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اسلوب زندگی کے مطابق زندگی بسر کریں یعنی وہ مسلمان ہوں یا کسی دوسرے انسان کے اپنے بنائے ہوئے اسلوب کے مطابق زندگی بسر کریں کہ وہ اس جاہلیت میں ہوں جسے ہمارا دین بالکل لاتعلق ہے''۔(۲۷)

اور دوسری جگہ اس تصور کی تفصیل ان الفاظ میں پیش کی ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دعوت دی ہے کہ وہ ''سلم''(اللہ کی اطاعت)میں پورے کے پورے داخل ہوجائیں۔اس کے ساتھ ہی انہیں متنبہ کیا کہ وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کریں!کیونکہ دو ہی راستے اور دو ہی رخ ہیں ۔ یا سلم (اللہ کی اطاعت)میں پورے کا پورا داخل ہوجانا یا شیطان کی راہ۔یا اللہ کی ہدایت یا شیطان کا بہکاوا یا اسلام اور یا جاہلیت''(۲۸)

مولانا صدر الدین اصلاحی اس نظریہ کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''اسلام کے سوا جو کچھ ہے ،جتنے مذاہب اور نظام ہائے فکر وعمل ہیں ،ان میں سے کوئی نہیں جسے پوری طرح حق کہا جاسکے،اس کے اندر حق کے اجزا تو موجود ہوسکتے ہیں لیکن سب

کچھ حق نہیں ہوسکتا۔دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ یا تو سرے سے پیرتک غلط ہوگا یا پھر غلط اور صحیح کا ملغوبہ ہوگا۔ایسے تمام مذاہب اور نظام ہائے فکر وعمل کی تعبیر کے لئے ایک جامع لفظ جاہلیت ہے۔جاہلیت اسی ایک کام سچے مذہب اسلام کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد مذہبی یا اخلاقی نوعیت کی ہر وہ چیز اور طور طریقہ ہے جس کا سرچشمہ اللہ کا دین یعنی اسلام نہ ہو''(۲۹)

واضح رہے کہ بعض ذہن جاہلیت کا لفظ سن کر چونک جاتے ہیں اور وہ یہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ آج کے اس بظاہر انتہائی ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی جاہلی نظام ،جاہلی سماج اور جاہلیت پر مبنی طرز زندگی ،افریقہ اور ایشیاء کے کسی دور دراز ،پسماندہ ،غریب اور جملہ انسانی ترقیات سے محروم کسی ملک وملت میں نہیں بلکہ خود دنیا کے انتہائی ترقی یافتہ اور متمدن ممالک میں پایا جاسکتا ہے۔بقول محمد قطب کے:

''آج ایک جدیدیت پسند طبقہ ایسا ہے جو بیسویں اور اکیسویں صدی میں جاہلیت کے ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔جبکہ ایک گروہ ایسے افراد پر مشتمل ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت علم وتمدن ،مادی ترقیات ،فکری ، اجتماعی ، سیاسی ،اور انسانی اقدار کے بالمقابل ہے(۳۰)

پھر خود اس کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

''جاہلیت یہ ہے کہ جاہلیت معاشرے کی کسی مخصوص شکل اور تاریخ کے کسی خاص دور کا نام نہیں ہے بلکہ جاہلیت معاشرے کی ایک کیفیت کا نام ہے۔البتہ اس کے مظاہر معاشرے کی حالت اور زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتے رہتے ہیں مگر سب صورتوں میں قدر مشترک یہی ہوتی ہے کہ سب ہی جاہلیت کے نوع بہ نوع پیکر ہیں۔اگرچہ ہر پیکر اپنی ظاہری شکل میں دوسرے سے مختلف ہے۔اس لحاظ سے خواہ مذکورہ اسلام سے پہلے کی جاہلیت کا ہو یا دور جاہلیت کا ،یہ جاہلیت علم وفن ،مادی ترقی اور انسان کی فکری اور سماجی اقدار کی ضد اور اس کے منافی نہیں ہے۔بلکہ قرآن کریم کی منشاء ومراد کے مطابق ،جاہلیت اس نفسیاتی کشمکش کا نام ہے۔جس میں پھنس کر لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور وہ انتظامی ڈھانچہ بھی جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتا۔(۳۱)

سید قطب بھی اسلام کے ماسوا ہر عقیدہ ، نظریہ ،نظام اور طرز زندگی کو جاہلیت ہی کی

شکل اور قسم سمجھتے ہیں اور بالخصوص بیسویں صدی کی تمام جاہلیتوں کو جاہلیت قدیمہ کا جدید ایڈیشن سمجھتے ہیں۔

"جاہلیت بہر حال جاہلیت ہے اور ہر جاہلیت گندگیوں اور ناپاکیوں سے پر ہوتی ہے۔اس میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ کس دور اور کس مقام کی جاہلیت ہے۔جب لوگوں کے دل خدائی عقیدے سے ۔جو ان کے افکار وتصورات پر چھایا ہوا ہو۔اور شریعت الٰہی سے ،جو اس عقیدہ سے پھوٹتی ہے،جو ان کی زندگی پر حکمراں ہو،خالی ہو وہاں جاہلیت اپنی بہت سی صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود ہوگی۔آج انسانیت جس جاہلیت کی کیچڑ میں لوٹ رہی ہے وہ اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے عرب کی جاہلیت یا اس زمانے میں زمین کے اطراف و جوانب میں پھیلی ہوئی جاہلیتوں سے مختلف نہیں ہے"۔(۳۲)

یعنی آج کی جدید جاہلیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی جاہلیت میں سوائے زمانی ومکانی فرق کے دوسرا کوئی اہم فرق نہیں دونوں جاہلیتیں اپنے مزاج اور مقاصد کے لحاظ سے یک جان اور دو قالب کا مصداق ہیں۔

"آج کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے جاہلی معاشرے اور نظاموں میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔عصر حاضر میں غالب جدید جاہلی معاشرے اور نظام ہائے باطلہ بظاہر ترقی یافتہ اور بڑے ٹیکنیکل ہیں لیکن ان کے باطل اور فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔کیونکہ ان کی وجہ سے آج انسانیت جدید جاہلیت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی ہے اور ہدایت وصراط مستقیم کے بجائے گمراہی اور ضلالت کے راستے پر چل رہی ہے"(۳۳)۔۔۔۔۔۔۔۔

اور ضروری نہیں کہ آج کے ترقی یافتہ معاشرے لازما کسی دینی ،لادینی ،سیکولر ،جمہوری ،اشتراکی یا سرمایہ داری کے نام پر ہی قائم ہوں تو ان کو جاہلی معاشرے کہا جائے گا بلکہ اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسری بنیاد کا ہونا ان معاشروں اور نظام ہائے زندگی کے جاہلی نظام ہونے کے لئے کافی ہے۔یہاں تک کے اگر خود اسلامی ممالک میں مسلمان معاشروں کا طرز حیات اسلام کی اساس کے علاوہ کسی دوسری بنیاد پر قائم ہے تو وہ مسلمان معاشرے بھی جاہلی معاشرے ہیں۔

"آج پوری دنیا میں جاہلی معاشرے اور نظام ہائے باطلہ قائم ہیں۔کہیں بھی اسلامی معاشرے اور نظام کا وجود نہیں ہے۔چاہے یہ معاشرے اور نظام ،اشتراکیت کی بنیاد پر قائم ہوں یا سرمایہ دارانہ نظریہ کی بنیاد پر،بت پرستی اور ہندومت کی اساس پر قائم ہوں یا یہودیت ونصرانیت کی بنیاد پر ،بہر صورت یہ معاشرے اور نظام جاہلی اور باطل ہیں۔اسی طرح نام نہاد مسلم ممالک میں اسلامی معاشرہ اور نظام کے بجائے جاہلی معاشروں اور باطل نظاموں کا دور دورہ ہے۔"(۳۴)

اسلام کی نظر میں مسلم معاشرہ کے سوا ہر دوسرا معاشرہ جاہلی معاشرہ ہے۔یعنی ہر وہ معاشرہ جو اپنی بندگی کو خواہ وہ اعتقاد وتصور میں ہو مراسم عبادت میں ہو یا قانونی نظام میں صرف اللہ کے لئے خالص نہیں کرتا ،وہ جاہلی معاشرہ کہلائے گا۔اس تعریف کی رو سے آج دنیا میں جتنے معاشرے پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب "جاہلی معاشرے"ہیں(۳۵)

اور اگر اس صورت حال یعنی جاہلی نظام کو بدلا نہیں گیا بلکہ جوں کا توں رکھنے اور اسے ترقی دینے کی کوشش کی گئی تو انسان کے مقدر میں سوائے تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہیں آ سکے گا۔

نوع انسانی خود ملحدانہ مادی مسلکوں کی پیروی کرے یا ان مادی مسلک کی ،جو دین کو ایک عقیدے کی حیثیت سے جو عملی زندگی کے نظام سے الگ تھلگ اور دور ہو، باقی رکھنا چاہتے ہیں اور جو یہ تصور کرتے ہیں یا نوع انسانی کے دشمن اسے یہ باور کراتے ہیں کہ دین کا تعلق اللہ سے ہے اور زندگی کا انسانوں سے اور دین عقیدہ ،جذبات ،عبادات اور اخلاق پر مشتمل ہے اور زندگی نظام ،قانون،پیداوار،دنیوی کام کاج اور عملی جدوجہد پر مشتمل ہے،ہر دو صورت میں نوع انسانی شقاوت وبدبختی سے دوچار رہے گی"۔(۳۶)

اس تقسیم کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانوں میں سے ہی ایک بالادست گروہ خود آقا بن کر اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو زیردست رکھنے کے لئے احکام اور قانون سازی کرتا ہے اور یہی جاہلیت کی بنیادی خصوصیت ہے۔

"جاہلیت کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ احکام اور قانون سازی میں خدائی نظام اور

زندگی کے لئے خدائی شریعت کی طرف رجوع کرنے کے بجائے انسانی خواہشات ومیلانات کی طرف رجوع کیا جائے،خواہشات کسی فرد کی ہوں،کسی طبقہ کی ہوں،کسی قوم کی ہوں،یا ایک دور کے سب انسانوں کی سب کی حیثیت یکساں ہے،جب تک خدائی شریعت کی طرف رجوع نہ کیا جائے،وہ سب ہوا،ہوس ہی ہیں"۔(۳۷)

بالفاظ دیگر

"اللہ کے علاوہ جو بھی انسانوں کے لئے قانون سازی کرے گا،انسان اسی کے بندے ہونگے جس نے ان کے لئے قانو وضع کیا،خواہ وہ ایک فرد ہو،ایک طبقہ،ایک قوم یا سب اقوام کا مجموعہ۔اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے قانون وضع کرتا ہے،تو سب انسان حریت وآزادی اورمساوی حیثیت کے مالک ہوجاتے ہیں،وہ اللہ کے سوا کسی کے آگے سرنہیں جھکاتے اور اللہ کے سوا کسی کی بندگی وعبادت نہیں کرتے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ (۳۸)

ترجمہ:اگر حق ان کے ہوائے نفس کی پیروی کرتا تو آسمان اورزمین اورجو کچھ ان کے مابین ہے سب فساد واختلال کی نذر ہوجاتا"

مغربی تہذیب سمیت تمام ترقی یافتہ ممالک بظاہر مادی خوشحالی اورترقی کے ایک عظیم فساد اور اختلال کا شکار ہے جس کا سبب ان کا اللہ کی ہدایت سے روگردانی کرکے نفس اور شیطان کے بنائے ہوئے اسلوب حیات کی پیروی کرنا ہے۔سید قطب نے اس ضمن میں مالی طورپر یورپ کے سب سے زیادہ خوشحال اورترقی یافتہ ملک سویڈن کی مثال دی ہے جہاں کے شہریوں کوروئے زمین پر ہرممکن سہولت حاصل ہے لیکن اس کے باوجود یہ قوم کس قدر مصائب وآلام وروحانی ونفسیاتی امراض کا شکار ہے۔

"اس قوم کو فنا کا خطرہ درپیش ہے،جنسی انارکی کے نتیجے میں سویڈن کی آبادی مسلسل کم ہوتی چلی جارہی ہے،ہر چھ شادیوں میں سے اوسطاً ایک شادی طلاق پر منتج ہوتی ہے،اور یہ نتیجہ ہے خواہشات وشہوات کی کھلی ہوئی چھوٹ،ہنگامہ وفساد کے عموم اوراختلاط مردوزن کی آزادی کا،نوجوان نسل کرپٹ ہے اور منکرات ومنشیات کی بری طرح عادی ہے،نشے کی بدولت

اس خلاکو پر کرنے کے لئے جو روح کے ایمان سے خالی ہونے اور عقیدے کا اطمینان دلوں کو نہ ملنے سے پیدا ہوا ہے،دماغی اوراعصابی امراض اور ہرطرح کے عدم توازن اور کج روی نے ہزارہا افراد،اعصاب اور ارواح کو شکار کررکھا ہے،اور اس سب کے نتیجے میں خودکشیوں کی بھرمار ہے۔کچھ ایسا ہی حال امریکا کا ہے اور روس کا حال تو اس سے بھی بدتر ہے۔یہ بدبختی اورشقاوت ہر اس قلب کے لئے مقدر ہے جو ایمان کی لذت اور عقیدے کی ضمانیت سے محروم ہو"(۳۹)

اس جدید جاہلیت کا اثر سویڈن یا کسی اور قوم تک محدود نہیں بلکہ اس کے اثرات و نتائج بد سے پوری انسانیت کے وجود تک کو تباہی کا شکار بنا رکھا ہے۔اخلاق وکردار، سیرت وعمل،سیاست ومعاشرت،مالیات اور اقتصادیات غرضیکہ زندگی کے تمام پہلو تنزلی کا شکار ہیں۔

"آج انسانیت ایک بڑے قحبہ خانے میں زندگی بسر کررہی ہے۔آج کی صحافت فلموں فیشن ہاوسوں،حسن کے مقابلوں،رقص گاہوں،شراب خانوں اور ریڈیو(ٹی وی)کودیکھو،عریاں جسم کے لئے مجنونانہ بھوک،خواہشات کوبھڑکانے والے لباس واطوار اور ادب،فن اورذرائع ابلاغ میں مریضانہ خیالات اور اشارات کودیکھو،اسی کے ساتھ سودی نظام،اس کے پیچھے چھپی ہوئی دولت کی بھوک اور دولت کو سمیٹنے اور اسے زیادہ سے زیادہ بارآور کرنے کے لئے غلط اورخسیس ذرائع،فراڈ،حیلہ بازی اور لوٹ کھسوٹ،جس نے قانون کا جامہ پہن لیا ہے۔ان سب کو نظر میں رکھو،پھر اس اخلاقی پستی اورسماجی انارکی کو دیکھو،جو ہر شخص ،ہرخاندان،ہرنظام اور ہر انسانی جمعیت کے لئے تباہی وبربادی کی دھمکی ہے۔ان سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد بآسانی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس جاہلیت کے زیرسایہ انسانیت ایک خطرناک انجام کی طرف بڑھ رہی ہے"۔(۴۰)

جاہلیت کا اثر اگرچہ کہ معاشرہ کے ہرادارے اور زندگی کے ہر شعبہ پر ہوتا ہے اورتمام رذائل اورمنفی صفات لوگوں کے دل و دماغ کو پراگندہ کردیتی ہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر اس جاہلیت کے نتیجے میں خود انسان کی اپنی انسانیت داؤ پر لگ جاتی ہے۔اور وہ انسان کے بجائے حیوان بلکہ اس سے بھی پست سطح پر پہنچ جاتا ہے جسے قرآن کریم نے

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ (۴۱) اور

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (۴۲) کہا ہے۔

''نوع انسانی اپنی انسانیت کو کھا رہی ہے اور اس کی آدمیت تحلیل ہو کر فنا ہو رہی ہے۔وہ حیوانیت اور حیوانیت کو بھڑکانے والی چیزوں کی طرف بری طرح لپک رہی ہے تاکہ ان کی پست دنیا میں شامل ہو جائے۔نہیں نہیں !حیوانات ان سے زیادہ نظیف ،زیادہ شریف اور زیادہ پاکیزہ ہوتے ہیں ،وہ ایک منضبط فطرت کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ان کی یہ فطرت نہ متغیر ہوتی ہے اور نہ اس میں سڑاند پیدا ہوتی ہے جیسی سڑاند انسانی خواہشات میں پیدا ہوتی ہے۔جب انسان خدائی عقیدے کی رسی اور عقیدے کے نظام سے کٹ کر الگ ہو جاتا ہے اور اس جاہلیت کی طرف واپس چلا جاتا ہے جس سے اللہ نے اسے نجات بخشی تھی''۔(۴۳)

لیکن سید قطب کی اس توضیح کے بعد اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ درون خانہ ان تمام مفاسد اور بیماریوں کے باوجود بظاہر جتنے بھی جاہلی معاشرے ہیں ان کی ترقیاں حیران کن ہیں۔ان کے لوگوں کی آسائشیں اور راحتیں اور مالی فراخی اہل ایمان کی عقیدہ کو ڈگمگا دیتی ہیں تو اس کا سادہ جواب ہے کہ مادی کشاکش اور ترقی ہی وہ اصلی اور حقیقی سبب جس کی بنیاد پر لوگ غائب پر موجود کو ترجیح اور دین پر دنیا کو اہمیت دیتے ہیں۔

''جاہلیت کے اندر نشوونما اور ارتقاء کی زبردست صلاحیت ہوتی ہے۔وہ مسلسل ترقی کرتی اور انسانی ذہن میں مضبوطی سے جمتی چلی جاتی ہے۔اور جوں جوں اس کے اندر وسعت اور گہرائی آتی جاتی ہے عقل صحیح اور فطرت سلیم سے اس کی آویزش بڑھتی چلی جاتی ہے۔یہاں تک کہ ایک وقت چل کر وہ آدمی کے ذہن سے یہ تصور کو بھی نکال باہر کرتی ہے کہ وہ 'انسان' ہے اور اسے بس یہ باور کراوتی ہے کہ وہ بس ایک اونچے درجے کا حیوان ہے۔اور یہ خیال ایسا خیال ہوتا ہے جس کے بطن سے مادیت ،عشق دنیا ،خود غرضی ،لذت پرستی ،ظلم ،سرکشی ،استکبار اور فساد فی الارض جیسی برائیوں کے سوا کچھ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔انانیت اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ یہ انسان ناتخلوق من ھو اَشَدُّ مِنَّا قوۃً کا نعرہ بلند کرنے سے بھی باز نہیں رہتی اور (بالآخر)......انا ربکم الاعلیٰ کا اعلان کر دیتی ہے''۔(۴۴)

سید قطب شہید اس شک وشبہ کو یوں رفع کرتے ہیں۔

''لوگوں کا ملکوں اور شہروں میں چلنا پھرنا ،سیاحتیں کرنا یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ نعمتوں سے مالا مال اور صاحب مرتبت واقتدار ہیں۔یہ ایسی صورتحال ہے جس سے دلوں میں لامحالہ خلش محسوس ہوتی ہے بخصوصا اہل ایمان کے دلوں میں ،جو تنگ دستی اور محرومی کی مشقت جھیل رہے ہیں اور اذیت ،ظلم وستم اور جہاد کی زحمتیں اٹھا رہے ہیں۔اس صورت حال سے نا فل اور بے خبر عوام کے دل بھی متاثر ہوتے ہیں۔وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ حق اور اہل حق زحمتوں اور مشقتوں سے دوچار ہیں اور اہل باطل نہ صرف ان زحمتوں سے نجات پائے ہوئے ہیں ،بلکہ خوش حالی کی زندگی گزار رہے ہیں۔پھر اس صورتحال کا اثر خود گمراہ اہل باطل کے دلوں پر پڑتا ہے اور وہ ضلالت ،کبر وعناد اور شر فساد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں''۔(۴۵)

واضح رہے کہ جاہلیت اور جاہلی نظام انسان کے مادی فکر وارتقاء اور معاشی اور مالی بلکہ تمدنی اور سیاسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالتا بلکہ اس معاملہ میں وہ انسان کا ہمنوا بلکہ رہنما ہوتا ہے۔ہاں جہاں دین ،اخلاق اور روح وقلب اور انسان کا خدا اور آخرت کے ساتھ رشتہ اور تعلق کی بات آئے تو یہ جاہلیت اس کی دشمن ہو جاتی ہے۔

''جاہلیت کی مار انسان کی اس بھاگ دوڑ پر نہیں پڑا کرتی جس کا تعلق دنیا کے معاملات اور مادی مفادات سے ہوتا ہے۔وہ عقل انسانی کی کارکردگی پر صرف اس وقت حملہ کرتی ہے جب وہ دین واخلاق کے مسئلے پر غور کر رہی ہو۔اس کو عناد صرف دین واخلاق سے ہے۔دنیا اور مادی مفادات سے قطعا نہیں ہے۔انسان کا مادی ترقی کی طرف بڑھنا اس کے مقاصد کی راہ میں کوہ رکاوٹ نہیں ڈالتا بلکہ بالعموم معاون ومددگار ہی بنا کرتا ہے۔کیونکہ اسے جس قدر زیادہ معاشی اور تمدنی اور سیاسی عروج حاصل ہوتا جاتا ہے اسی قدر اس کا رشتہ خدا اور آخرت سے کمزور پڑتا چلا جاتا ہے۔اور یہی جاہلیت کو مطلوب ہے''۔(۴۶)

اس صورت حال میں اسلام اہل حق اور متلاشیان حق کو بے یار ومددگار بلکہ یاس و حسرت میں سرگرداں نہیں چھوڑتا بلکہ جملہ مادی ترغیبات ،کثرت مال وزر ،لذات وشہوات ،حرص و ہوس ،آزادی اور معاشی استحکام ،سیاسی ،معاشی وعسکری تفوق اور بظاہر کافروں کو حاصل شدہ

خوشحالی اور متاع دنیا کو متاعٌ قلیلٌ قرار دے کر اس کے مقابلے میں جس خوبصورت، مشفق، پرآسائش، پرلذت، پرسکون، راحت و عافیت اور نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ابدی، سرمدی، صحت مند، باوقار و باعزت زندگی جو اللہ کی طرف سے ہمیشہ کی مہمانی وضیافت کا عنوان لئے ہوئے ہوگی، کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اہل ایمان کے دلوں کو ظاہر سے زیادہ غائب پر ایمان رکھنے اور اس عقیدہ کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ جڑے رہنے کو مسلسل اور مستقل طور پر تقویت دیتا ہے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ (196)مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (197)لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ (198) (۴۷)

ترجمہ: تمہیں شہروں میں اہل کفر کا چلنا پھرنا دھوکے میں نہ ڈالے یہ بس تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی رضا والی زندگی گزاری، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کی مہمان نوازی ان کے رب کے پاس (ان کی منتظر ہے)! اور جو کچھ (لذتیں ونعمتیں) ان کے رب کے پاس ہیں وہ (دنیاوی لذتوں) سے کہیں زیادہ حق شناسوں کے لیے بہتر ہیں۔

دنیا اور آخرت میں کامیابی اور زمین پر اللہ کے پیغام کے داعی وعلمبردار اور پھر زمین پر اللہ کے دیئے ہوئے نظام کے قیام کے لئے اسلام انسانوں کا تزکیہ کرکے ان کی پوری زندگی اور اس کے جملہ پہلوؤں کو پاک وصاف کرتا ہے تاکہ ایسے مزکی ومصفیٰ لوگ زمین پر خلافت الٰہی کے اہل بن سکیں۔

"اسلام انہیں پاک کرتا ہے، انہیں رفعت وبلندی بخشتا اور انہیں پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔ وہ ان کے قلوب، تصورات اور جذبات کو پاک کرتا ہے، وہ ان کے گھروں، خاندانوں، آبروؤں اور تعلقات کو پاکیزہ بناتا ہے۔ وہ ان کی زندگی، ان کے سماج اور ان کی تنظیموں کو پاک صاف کرتا ہے۔ وہ انہیں شرک، بت پرستی اور خرافات واساطیر سے اور ان مشرکانہ تصورات وخرافات سے

زندگی میں انسان اور انسانیت کے لئے جو مذموم اور قابل شرم مراسم عبادات اور اوضاع واطوار پھیلتے اور رواج پاتے ہیں، ان سب سے انہیں پاک کرتا ہے۔ وہ حیات جاہلیت کی گندگی اور اس گندگی میں لت پت احساسات، عبادات، رسوم اور اقدار وافکار سے انہیں پاک صاف کرتا اور نجات بخشتا ہے"۔(۴۸)

اس تزکیہ اور پاکی کے نتیجے میں مسلمان ہر ذی روح اور ہر شے کے لئے سراسر سلامتی بلکہ سراپا سلامتی بن جاتا ہے۔

"مسلمان جب اس دعوت کو قبول کرلیتا ہے تو وہ ایک ایسی دنیا میں داخل ہوجاتا ہے جو سرتاسر صلح وآشتی اور سرتاسر سلامتی ہے! جس میں سرتاسر اطمینان، اعتماد، خوشنودی ورضا اور سکون وقرار ہے! جہاں کوئی حیرانی، کوئی اضطراب، کوئی انحراف اور ادھر ادھر بھٹکنا پھرنا نہیں سلامتی! پوری کائنات اور ہر موجود شے کی سلامتی! سلامتی، جو انسان کے باطن اور اس کے اندر ان میں اتر جاتی ہے! سلامتی جو زندگی اور سماج پر سایہ فگن ہوتی ہے! سلامتی زمین میں! سلامتی آسمان میں"۔(۴۹)

اور یہ سلامتی جو فرد، معاشرہ، حکومت، جمادات، نباتات بلکہ پوری کائنات کو فیضیاب کرتی ہے اس کا منبع کہیں اور نہیں بلکہ خود اسلام ہی اس کا سرچشمہ ہے اس لئے ہر وہ فرد، معاشرہ، حکومت جو حقیقتاً اور عملاً اسلام کو قبول کرلے گا وہ مکمل سلامتی کے زیر سایہ آتا چلا جائے گا۔

"کتنی دقیق اور کتنی سچی ہے یہ تعبیر اس دین کے لئے وہ "اسلام" (سلامتی) ہے، وہ سلامتی، جسے یہ دین پوری زندگی میں انڈیل دیتا ہے۔ فرد کی سلامتی، جماعت کی سلامتی، عالم کی سلامتی، دل کی سلامتی، عقل کی سلامتی، اعضاو جوارح کی سلامتی، گھر اور خاندان کی سلامتی، سماج اور امت کی سلامتی۔ انسان اور انسانیت کی سلامتی، امن وسلامتی والی زندگی کے ساتھ، امن وسلامتی کائنات کے ساتھ، امن وسلامتی اللہ کے ساتھ، جو زندگی اور کائنات کا رب ہے، سلامتی، جسے انسانیت اس دین، اس کے طریق کے زندگی، اس کے نظام اس کی شریعت اور اس کے سماج کے سوا، جو اس کے عقیدے اور شریعت کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے، کسی اور جگہ نہیں پاسکتی اور نہ

ایک دن کے لئے بھی اس نے اس سلامتی کو کہیں اور پایا''۔(۵۰)

لیکن کیا آج مسلمانوں کا کوئی بھی معاشرہ ان مذکورہ اوصاف کا حامل نظر آتا ہے؟اس کا واضح اور دوٹوک جواب ہے کہ روئے زمین پر سردست ان اوصاف کا حامل کوئی مسلم معاشرہ نہیں پایا جاتا اور اس کا سبب خارجی عوامل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اپنی عقیدہ ،اخلاق و معاملات کی کمزوریاں ہیں جس نے انہیں ذہنی،عقلی،علمی، تہذیبی، ثقافتی، اقداری، معاشرتی،سیاسی،اقتصادی،عسکری اور تنظیمی طور پر دیمک زدہ کردیا ہے اور یوں وہ خود بھی امن وسکون،سلامتی اور اطمینان سے محروم ہوگئے ہیں اور باقی دنیا بھی جنگ و جدل،فساد ودہشت گردی اور خوف وہراس کا اکھاڑہ بنی ہوئی ہے۔

لیکن ایسا کیوں ہے؟اس لئے کہ خود مسلمانوں نے اپنی پسند (جاہلیت) کے مقابلے میں اللہ کی پسند(اسلام) کو چھوڑ دیا ہے۔

''ہم لوگ(مسلمان) جنہوں نے تاریخ کے ایک دور میں ،اس سلامتی کے دائرے میں زندگی گزاری ہے،پھر اس سلامتی کے دائرے سے نکل کران جنگوں کے گھیرے میں آگئے ہیں۔جو ہماری ارواح،ہمارے قلوب ،ہمارے اخلاق،ہماری زندگی،ہمارے سماج اور ہماری مختلف نسلوں اور قبیلوں کو بری طرح کچل رہی ہیں،ہم لوگ آج اس کے بہت زیادہ محتاج ہیں ۔ہم اس سلامتی کے دائرے میں ،جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے،پھر داخل ہوسکتے ہیں بشرطیکہ ہم اس کی رضا کی پیروی کریں اور اس دین کو اپنے لئے پسند کریں۔جو اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے۔۔۔۔۔آخر اس سے زیادہ گھاٹے اور تباہی کا سودا اور کون سا ہے کہ ہم بہترین چیز (اسلام)کے بدلے میں حقیر چیز (جاہلیت) کو اپنا ئیں،ہدایت کے بدلے گمراہی خریدیں اور امن و سلامتی پر جنگ کو ترجیح دیں۔۔۔۔(کیونکہ) ہم جاہلیت کی تباہ کاریوں سے نوانسانی کو اسی وقت بچاسکتے ہیں جب کہ ہم اپنے آپ کو جاہلیت سے بچالیں اورا سلام کی سلامتی کے زیرسایہ آجائیں''۔(۵۱)

اورایسا ہونا بالکل ممکن ہے کہ مسلمان جاہلیت کی ظلمت سے اسلام کی روشنی میں اور جاہلیت کے فساد وشر سے اسلام کی سلامتی اور راحت میں داخل ہوں بشرطیکہ وہ

''اپنی وفاداریوں کا رشتہ(جاہلی قیادت) سے کاٹ دے،اور جاہلی قیادت سے بغاوت کرے، چاہے (وہ) کسی بھیس میں ہو،کاہنوں ،پروہتوں، جادوگروں اور قیافہ شناسوں کی مذہبی قیادت ہو،یا سیاسی ،معاشرتی اور اقتصادی قیادت ہو جیسی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قریش کو حاصل تھی''۔(۵۲)

اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟سید قطب اس سلسلے میں رہنمائی کے لئے جوشرائط پیش کرتے ہیں وہ ہے مسلمانوں کی تنظیم تحریک اور ان کی فعال،مومن بیدار مغز اور روشن ضمیر بہادر اور باہمت قیادت ہے۔

''یہ سب فرائض وہ ایک ایسی بیدار مغز،دوراندیش اور روشن ضمیر قیادت کی رہنمائی میں سرانجام دے سکتے ہیں ،جو جاہلی قیادت سے مستقل اور جداگانہ وجود رکھتی ہو،جوایک طرف ان کی حرکت اورتگ و دو کی تنظیم کرے ،اور اس میں یکجہتی ،وحدت اور یگانگت پیدا کرے،اور دوسری طرف ان کے ''اسلامی وجود'' کے استحکام اور توسیع وتقویت کا بھی انتظام کرے،اور اپنے حریف مقابل ۔۔۔۔جاہلی وجود۔۔۔۔کو زائل اور اس کے اثرات کونابود کرنے میں ان کی رہنمائی کرے''۔ (۵۳)

حوالہ جات

(۱) القرآن سورۃ آل عمران۳،آیت ۵۴

(۲) القرآن سورۃ المائدہ۵ ،آیت ۵۰

(۳) القرآن سورۃ الاحزاب ۳۳،آیت ۳۳

(۴) القرآن سورۃ الفتح ۴۸ ،آیت ۲۶

(۵) المنجد عربی اردو، دارالاشاعت ،کراچی ،پاکستان،طبع یازدہم ۱۹۹۴ء،ص ۱۴۲

(۶) اورنگ زیب اعظمی، افادات مولانا امین احسن اصلاحی، دارالتذکیر لاہور پاکستان ۲۰۰۵،صفحہ ۸۵

(۷) ایضاً صفحہ ۸۵

(۸) الیاس انطون الیاس، قاموس الیاس العصری، دارالجیل بیروت، ۱۹۹۹، ص: ۱۳۶

(۹) شیخ ابن تیمیہ ،اقتضاء الصراط المستقیم ص۷۵،بحوالہ معرکہ اسلام و جاہلیت مولانا صدرالدین اصلاحی،اسلامک

دینی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۱۴

(۱۰) سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، (جلد اول) مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، پاکستان، چودھواں ایڈیشن، ۱۹۷۷ء، ص ۴۷۹

(۱۱) محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، (جلد اول)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، پانچواں ایڈیشن، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ص ۴۸۰

(۱۲) احمد یار خان نعیمی، مفتی، نور العرفان علی کنز الایمان، انگریزی ترجمہ، مولانا محمد حسین مقدم دارالعلوم پریٹوریا) جنوبی افریقہ، تیسرا ایڈیشن، ۲۰۰۸ء، ص ۲۵۵

(۱۳) محمد زاہد اقبال، مولانا، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبوی طریقہ کار، ادارہ نشریات محمود حسن، لاہور، پاکستان، مئی ۲۰۰۸ء، ص ۵۵

(۱۴) محمد قطب، جدید جاہلیت، مترجم، ساجد الرحمٰن صدیقی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، اشاعت دوم، مارچ، ۱۹۸۰ء، ص ۴۳

(۱۵) ایضاً، ص ۱۴

(۱۶) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد سوم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۵

(۱۷) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۲۶

(۱۸) القرآن سورۃ مائدہ (۵) آیت ۶۱

(۱۹) محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، (جلد اول)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، پانچواں ایڈیشن، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ص ۴۵۶

(۲۰) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۶

(۲۱) ایضاً، ص ۱۲۶

(۲۲) القرآن سورہ مائدہ آیت ۶۱

(۲۳) سید قطب شہید، اسلام کا ریشمی مستقبل، مترجم، عبدالحمید صدیقی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۱۸

(۲۴) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۱ء، ص ۸۴

(۲۵) ایضاً، ص ۸۴، ۸۳

(۲۶) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء، ص ۲۰۵

(۲۷) سید قطب شہید، اسلام کا ریشمی مستقبل، مترجم، عبدالحمید صدیقی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹

(۲۸) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد اول، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۳ء، ص ۵۲۱

(۲۹) صدر الدین اصلاحی، مولانا، معرکہ اسلام و جاہلیت، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۱۴

(۳۰) محمد قطب، جدید جاہلیت، مترجم، ساجد الرحمٰن صدیقی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، اشاعت دوم، مارچ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۱

(۳۱) حوالہ ماقبل ایضاً، ص ۱۵

(۳۲) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۰۵

(۳۳) محمد زاہد اقبال، مولانا، عصر حاضر میں غلبہ دین کا نبوی طریقہ کار، ادارہ نشریات محمود حسن، لاہور، پاکستان، مئی ۲۰۰۸ء، ص ۵۵

(۳۴) ایضاً

(۳۵) سید قطب شہید، جادہ منزل، مترجم خلیل احمد حامدی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۹۳ء، ص ۲۳۷

(۳۶) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۳۱۴

(۳۷) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد چہارم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۰۴

(۳۸) القرآن، سورہ المومنون: ۷۰

(۳۹) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد اول، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۵۴

(۴۰) سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، جلد دوم، مترجم سید حامد علی، البدر پبلی کیشنز، لاہور، پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۰۵، ۲۰۶

(۴۱) القرآن، سورہ یٰسین: ۵

(۴۲) القرآن سورہ الاعراف:

(۴۳) سید قطب شہید تفسیر فی ظلال القرآن ، جلد دوم مترجم سید حامد علی ،البدر پبلی کیشنز لاہور پاکستان، ۱۹۹۰،ص ۲۰۶

(۴۴) صدرالدین اصلاحی ،مولانا معرکہ اسلام و جاہلیت ،ص :۱۴ تا ۱۵

(۴۵) سید قطب شہید تفسیر فی ظلال القرآن مترجم سید حامد علی ،جلد دوم ،البدر پبلی کیشنز لاہور، پاکستان ،۱۹۹۰،ص ۲۹۷

(۴۶) صدرالدین اصلاحی ،مولانا معرکہ اسلام و جاہلیت ،جلد دوم ،اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ،لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۸۳، ص :۱۵ تا ۱۶

(۴۷) القرآن سورۃ آل عمران ۳، آیت ۱۹۶

(۴۸) سید قطب شہید تفسیر فی ظلال القرآن مترجم سید حامد علی ،جلد دوم ،البدر پبلی کیشنز لاہور، پاکستان ،۱۹۹۰،ص ۲۹۷

(۴۹) سید قطب شہید تفسیر فی ظلال القرآن مترجم سید حامد علی ،جلد اول ،البدر پبلی کیشنز لاہور، پاکستان ،۱۹۹۰،ص ۵۱۴

(۵۰) سید قطب شہید تفسیر فی ظلال القرآن مترجم سید حامد علی ،جلد چہارم ،البدر پبلی کیشنز لاہور پاکستان ،۱۹۹۰،ص ۱۴۲

(۵۱) سید قطب شہید تفسیر فی ظلال القرآن مترجم سید حامد علی ،جلد چہارم ،البدر پبلی کیشنز لاہور، پاکستان ،۱۹۹۰،ص ۱۴۵

(۵۲) سید قطب شہید ،جادہ منزل مترجم خلیل احمد حامدی ،اسلامی پبلی کیشنز ،لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۹۳،ص ۱۵۳

(۵۳) سید قطب شہید ،جادہ منزل مترجم خلیل احمد حامدی ،اسلامی پبلی کیشنز ،لاہور، پاکستان، نومبر ۱۹۹۳،ص ۱۵۴

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۵، شمارہ ۱۸، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۱ء

عالمی معاشرے کا قیام اور اس کے اثرات

سبیحہ بانو

Abstract

The process of Globalization is on its peak. It is the requisition of wisdom to have an objective approach towards it and to give a profound consideration to the underlying principle of globalization and its effects. At the same time it is important to use our own potentials to deal with the problems generated as a result of globalization.

In this meaning, globalization persists to be portrayed as an independent historical influence, overpowering our social, political and economic structures and leaving us in debilitated as agents facing inevitable change. Likewise we are always fascinated by one of the globalizations' ostensibly elements: technology. Moreover, it is acknowledged that Globalization is a compound of technological, economic and political modernization that has radically lessen the difficulty of economic, political and cultural swap.

In fact the problem is not with globalization but with how it has been tackled. And it is unfortunate that Globalization at present is not proved effective for the deprived population of the world. Similarly it is not working significantly for the natural environment and for the firmness of the global financial system. Therefore the fact is poverty has increased as incomes have reduced.

آج اکیسویں صدی کے دہانے پر انسان کا سفر ایک عالمی معاشرے کی صورت میں جادۂ تاریخ پر جاری و ساری ہے۔ عالمی معاشرہ وجود میں آ رہا ہے۔ دنیا سمٹ کر ایک بڑے سے گھر کے صحن کی صورت اختیار کر رہی ہے جہاں مختلف رنگ، نسل، مذہب، زبان اور ثقافت کے لوگ ایک دوسرے سے کسی حد تک باخبر رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ ایک منظر نامہ ہے جس کے خد و خال صاحبان علم و عقل کے اذہان میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس حوالے سے فی زمانہ کرۂ ارض کے انسان اپنی زندگی کے ہر پہلو میں قابلِ ذکر تبدیلیاں محسوس کر رہے ہیں۔ ان تبدیلیوں پر غور کرنا اور انہیں سمجھنا ضروری ہے۔ تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے بہتر زندگی کی منصوبہ بندی کی جا سکے۔

مغرب میں علوم کی نشاۃ الثانیہ اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے صنعتی انقلاب نے موجودہ عالمگیریت کی راہ ہموار کی اور ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی نے انسانی زندگی کے شب و روز میں جس انداز سے تبدیلی پیدا کی ہے وہ اس سے قبل تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ صرف سو سال کے اندر اندر زندگی کی ہر بساط پر نئے نئے مہرے نظر آنے لگے ہیں جن کی چالوں سے واقف ہوتے ہوتے بھی عمر گزر جاتی ہے۔ فطرت کی طاقتوں کو تسخیر کرنے کے زعم میں انسان نے طاقتور مشینیں بنائیں، مہلک ہتھیار ایجاد کیے، فضاؤں پر تسلط قائم کیا اور اپنی اس طاقت کو آزمانے کے لیے اور خود کو ناقابلِ شکست ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے تجربے کیے۔

عالمگیریت کو درپیش مسائل میں موسموں کی تبدیلی، وبائی بیماریاں، تنازعے، دہشت گردی، خوف، بھوک، غربت، تعلیم تک رسائی، اقتصادی عدم استحکام، حکومت اور بدعنوانی، ناقص غذا، ہجرت اور نقل مکانی، صفائی اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی، تجارتی پابندیاں، سبسڈی، جنگ اپنے کارخانوں میں تیار شدہ اسلحے کو ٹھکانے لگانے کے لیے بہانے سے مختلف ممالک پر حملے، وسائل پر قبضہ اور نوآبادیاتی نظام کے بدلے ہوئے چہرے کی شناخت کا عمل شامل ہے۔ ان تمام مسائل کو سمجھنے اور ان کے حل کا حصہ بننے کی صلاحیت کے بغیر آج کا کوئی انسان باعزت طریقے سے زندگی کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ مادیت پرستانہ رویوں کے عام ہوجانے کی وجہ سے عزت اور ذلت کے معیار بھی بدل گئے ہیں۔ آج وہی معزز ہے جو دولت مند ہے۔ علم، تقویٰ، پرہیزگاری اور اخلاق کی اقدار اپنی وقعت کھو رہی ہیں اور مادی دولت ہی عزت کا معیار ہے۔

عالمی معاشرے کے تشکیل پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں قابل ذکر تبدیلیاں آئی ہیں۔ کرۂ ارض سمٹ کر رہ گیا ہے اور اس کے باسی اب ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں۔ مشرق و مغرب کی خبریں لمحہ بہ لمحہ سب کو مل رہی ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی حیرت انگیز طاقت کے زیر اثر آج ہم سب ایک ہی شہر کے باشندوں کی طرح ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہیں لیکن یہ واقفیت اپنی جگہ، ہم اس عالمی معاشرے کا شہری ہونے کے ناطے طرح طرح کے مسائل کا شکار ہیں۔ معاشرتی اور سماجی رنگ تیزی سے بدل رہے ہیں۔ خاندانی نظام میں تبدیلی آ رہی ہے۔ لسانی اور نسلی مسائل بطور خاص اُن لوگوں کو درپیش ہیں جو کسی بھی وجہ سے نقل مکانی کر کے دوسرے ملک چلے جاتے ہیں۔ اپنی زمین اور اپنے لوگوں سے دور اپنی تہذیب اور ثقافت سے اپنا رشتہ توڑ کر یہ لوگ اپنے مستقبل کو سنوارنے کا خواب دیکھتے ہیں۔ اپنی زبان ان کے بچوں کی زبان نہیں ہوتی اور اپنا کلچر ان کے پیچھے کہیں دور رہ جاتا ہے اور یوں اپنی پہچان کھو کر یہ ایک روبوٹ کی مانند مشینی انسان بن کر رہ جاتے ہیں۔

مذہبی اور گروہی حوالے سے بھی عالمی شہری ایک معذرت خواہانہ رویے کو اپنانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ خاص طور پر ۹/۱۱ کے بعد مغربی ممالک میں مسلمانوں کو جس قسم کے رویوں

کا سامنا ہے وہ اُن کی روزمرہ زندگی کی مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔ میڈیا جس قسم کا پروپیگنڈہ کرتا ہے سب اُسی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

تہذیبیں آپس میں متصادم ہیں حکمرانوں کے سامنے بڑے بڑے مسائل ہیں جن کے حوالے سے طویل المدتی منصوبوں کو تشکیل دینا اور اُن پر عمل درآمد کروانا ایک کارِ دارد ہے۔

عالمگیریت نے ۲/۳ دہائیاں قبل اپنا چہرہ دکھانا شروع کیا لیکن آج تک انسانی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ اس کو سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔ اس کے خدوخال مسائل کی شکل میں ہمارے گھروں کے در و دیوار پر منڈلاتے نظر آتے ہیں لیکن اس کی وجوہات، اثرات اور نتائج کو سمجھنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا اس سے نبرد آزما ہونا۔ اس سے قبل کہ اس دنیا کا ہر انسان خود کو عالمی معاشرے کے صحن میں یکا و تنہا پائے، اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ جان آرٹ شالٹے اس حوالے سے لکھتے ہیں:

Globalisation has had multi-faceted causal dynamics with the principal spurs having come from rationalist knowledge, capitalist production, various technological innovations and certain regulatory measures.

but

Globalisation has prompted important changes to certain attributes of capital, the state, the nation, the modern rationality.(1)

ترجمہ: عالمگیریت کے متعدد پہلو ہیں جن میں سے سب سے زیادہ اہم وجوہات عقلی علوم سرمایہ دارانہ پیداوار، مختلف تکنیکی ایجادات اور کچھ قوانین ہیں۔ لیکن عالمگیریت نے سرمایہ داری، ریاست، قوم اور عقلی علوم میں اہم تبدیلیاں کی ہیں۔

اس ضمن میں جوزف ای اسٹگلز لکھتے ہیں:

What is the phenomenon of Globalisation that has been subject at the same time to such vilification and such prais? Fundamentaly it is the closer integration of the countries and people of the world which has been brought about by the enormous reduction of costs of transportation and communication and the breaking down of artificial

barriers to the flows of goods, services, capital, knowledge and (to a lesser extent) people across borders.(۳)

ترجمہ: عالمگیریت کا وہ کونسا عنصر ہے جو بیک وقت عالمگیریت کی تعریف اور تنقید کا باعث ہے؟ بنیادی طور پر یہ دنیا کے ملکوں اور لوگوں کو قریب لانے کا باعث بنی ہے۔ یہ قربت ذرائع آمد و رفت کے اخراجات میں بے انتہا کمی، ذرائع ابلاغ کے سستے ہونے اور دنیا کی جغرافیائی حدود کو جن مصنوعی باڑوں نے تقسیم کیا ہوا تھا اُن باڑوں کو ختم کر دینے کی بدولت میسّر آئی ہے جو سامان، خدمات، سرمایہ علوم (اور کچھ حد تک) افراد کی آمد و رفت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں۔

اس ضمن میں جان آرٹ شالٹے لکھتے ہیں:

1. Globalisation is a transformation of Social geography marked by growth of superterrotorial spaces.

2. Globalisation does not entail the end of terretorial geography, territoriality and superterritoriality coexist in complex inter-relations.

3. Although globalisation made earlier appearences the trend has unfolded with unprecedented speed and unprecedented extents since the 1960s.(۴)

ترجمہ:

۱۔ عالمگیریت معاشرتی جغرافیہ میں تبدیلی کا باعث بنی ہے جس کے نتیجے میں ماورائے حدود مقامات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

۲۔ عالمگیریت جغرافیائی حدود کو ختم نہیں کرتی بلکہ جغرافیائی حدود اور ماورائے حدود ایک پیچیدہ رشتے میں (ایک ساتھ) منسلک رہتی ہے۔

۳۔ اگرچہ عالمگیریت کافی پہلے ظاہر ہو چکی تھی لیکن ۱۹۶۰ء کی دھائی سے یہ ناقابل یقین تیزی کے ساتھ بے مثال وسعت اختیار کر رہی ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم عالمگیر گاؤں میں رہ رہے ہیں جبکہ کچھ کہتے ہیں یہ

خیال غلط ہے۔

We are not living in a global village but in the customized cottages globally produced and locally distributed.(Castells, The rise of netword society, 1996)(۴)

ترجمہ: ہم ایک عالمگیر گاؤں میں نہیں رہ رہے بلکہ ثقافتی جھونپڑیوں میں رہ رہے ہیں جن کو عالمگیریت نے وضع کیا ہے اور مقامی طور پر تقسیم کیا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی قوت اور اثر پذیری

ہماری روزمرہ کی زندگی چاہے وہ گھر کی چار دیواری کے اندر ہو یا گھر سے باہر، ذرائع ابلاغ کی اثر پذیری سے آزاد نہیں رہ سکتی۔ اخبارات، رسائل، کمپیوٹر اور اس کے ذیلی پرزے ٹی وی اور اس کے معاون و مددگار اس طرح ہمارے گرد جال تن چکے ہیں کہ ہم چاہیں بھی تو ان سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ ان سے علم کے فروغ کو بہت تقویت ملی ہے تاہم علم اور معلومات کے خلط ملط ہوجانے کی باعث عام لوگ سخت قسم کی الجھنوں کا شکار ہیں اور ذرائع ابلاغ کی تربیت کے زیر اثر اپنے لیے علم و ادب اور ثقافت کے میدان متعین کر کے ان میں کام کرنے سے قاصر ہیں۔

Contemporary globalisation has had some important positive consequences with respect to cultural regeneration, communications, decentralisation of power, economic effeciency, and the range of available products. (۵)

ترجمہ: موجودہ عالمگیریت کے چند بہت اہم مثبت نتائج بھی سامنے آئے ہیں جن میں ثقافت کی از سر نو تعمیر، ابلاغ، قوت کے مراکز کا کمزور ہونا، اقتصادی مہارت اور متنوع مصنوعات کی دستیابی ہے۔

ذرائع ابلاغ کی جدید اشکال نے انسانوں کو شدید متاثر کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کا استعمال اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود انسان۔ اکیسویں صدی کے ذرائع ابلاغ کی طاقت ناقابل گرفت ہے اور اس کی برقیاتی قوت نے اس کو ناقابل بیان حد تک اثر پذیر بنایا ہے۔(۶)

سمجھا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے ماہرین کا خیال ہے:

One aspect of transculturation is its production of hybrids. These fused cultural forms, T.J.M. Hoden shows in his scrutiny of Japanese media, often do little to subvert the integrity of the local.(۶)

ترجمہ: ماورائے ثقافت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس نے مختلف اقسام آمیزوں (پروگراموں) کو جنم دیا ہے۔ یہ بگڑی (بجھی) ہوئی ثقافتی شکلیں، ٹی جے ایم ہولڈن اپنے جاپانی ذرائع ابلاغ کے حوالے سے بتاتا ہے کہ مقامی اداروں کی سچائی پر حملہ نہیں کرتیں۔

عالمگیریت کے عمل نے مقامی ثقافتوں پر قابل ذکر حد تک اثر ڈالا ہے۔

عالمگیریت اور دہشت گردی

دہشت گردی نے ہماری دنیا میں ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے کہ اب ہر فرد عدم تحفظ کے لباس میں ملبوس ہے۔ یہ اسلحے کی بے دریغ پیداوار اور خوف کی فضا پیدا کرنے کے لیے نئی نئی ترکیبوں کا استعمال کرنے سے روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ راقم الحروف کی تجویز ہے کہ اگر ذرائع ابلاغ دہشت گردی کے واقعات کی تشہیر کرنا بند کردیں اور حکومت وقت اپنا کام ذمہ داری سے کرتی رہے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دیتی رہے تو دہشت گردی سے کسی حد تک نمٹا جا سکتا ہے۔ دہشت گردوں کا مقصد خوف پیدا کرنا ہے۔ جب ان کا مقصد حاصل نہیں ہوگا تو ان کے حوصلے پست ہوں گے۔ اس کے علاوہ دہشت گردی کے پیچھے محرکات سے بھی نمٹنا ضروری ہے۔

اس ضمن میں ماہرین لکھتے ہیں:

Under such circumstances terrorism cannot be defeated. Rather it is a tragic consequence of our turbulent times or as Collin Powel has put it "terrorism is the darkside of globalisation"(Urry 2002, p. 57)

The best that can he hoped for isa strategy that effectively minimizes and manages the terrorist threat. Such a strategy needs to address the

ٹی وی پروگرام، کیبل اور ڈیجیٹل میڈیا کے بارے میں ماہرین کا خیال ہے کہ:

ذرائع ابلاغ کی موجودہ کیفیت نے مقامی ثقافتوں، نظریات، الفاظ اور رویوں کو بہت حد تک متاثر کیا ہے۔ جو چیز سب سے زیادہ نمایاں اور حقیقی ہے وہ ہے تیز رفتار تبدیلی اور تحقیق کرنے اور غور و فکر کرنے کی ضرورت۔ (۷)

ذرائع ابلاغ کی اثر پذیری کے بارے میں مورلی اور اس کے ساتھیوں کی رائے کچھ اس قسم کی ہے:

In time of fact it is media that largely engineer these new special dynamics. According to Morlay and Robins (1995:1) media are boudary spanning technologies.' that influence patterns of movement and flow of people, culture, goods and information. Inturn media and the phenomeno they touch and influence, are implicated in contemporary identity discourse, the social construction of gender and the relification of (or challenge to) local beliefs, practices and embedded social inequalities, to name a few significant aspects of social globalisation.(۸)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ یہ ذرائع ابلاغ ہی ہیں جو مکانی تبدیلیوں کی صورت گری کرتے ہیں۔ مورلے اور رابنز (۱۹۹۵:۱) کہتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ ایسی تکنیک ہے جو سرحدوں کے پار پہنچ جاتی ہے۔ جس کے اثرات لوگوں کی نقل و حرکت، ثقافت، سامان اور اطلاعات پر پڑتے ہیں۔ اس کے بدلے میں ذرائع ابلاغ اور وہ عناصر جو اس سے متعلق ہیں آپس میں ہم عصر معاملہ رکھتے ہیں، صنفیت کی سماجی تعمیر اور مقامی عقائد کو لاحق خطرات یا پچھ اثرات، طور طریقے، پرانے سماجی تفرقات وغیرہ جیسے چند اہم پہلو ہیں جو سماجی عالمگیریت کے (نتیجے کے) زمرے میں آتے ہیں۔

عالمگیریت کے عمل نے مقامی ثقافتوں کے رنگوں کو دھندلا کر رکھ دیا ہے۔ تہذیب نے ایک مشینی رنگ اختیار کر لیا ہے۔ ہر شے تیز رفتاری کی نذر ہو رہی ہے۔ تیز رفتاری کو ترقی

deep existential anger generated by economic and cultural inequalities of our time or to put is slightly differently it must reflect an attempt to address in some way the recognition claims of new & sometime challenging patterns of identity and belonging.(۱۰)

ترجمہ: ان حالات میں دہشت گردی کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ یہ ہمارے بحران زدہ حالات کا ایک نتیجہ ہے یا بقول کولن پاؤل "دہشت گردی عالمگیریت کا ایک تاریک پہلو ہے۔"

(ارر ۲۰۰۲ء، ص ۵۷)

زیادہ سے زیادہ اس بات کی اُمید کی جا سکتی ہے کہ کوئی ایسی حکمتِ عملی وضع کی جائے اس خطرے کو باثر طور پر کم سے کم مہلک کر کے اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ حکمتِ عملی ایسی ہونی چاہیے جو ہمارے عہد کی ثقافتی اور اقتصادی عدم مساوات سے پیدا ہونے والے شدید غم و غصے کا ازالہ کر سکے یا دوسرے الفاظ میں اس حکمتِ عملی الفاظ میں اس حکمتِ عملی سے یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ کوشش کی جا رہی ہے کہ جدید اور اکثر اوقات مختلف طریقہ ہائے شناخت و ملکیت و بھی تسلیم کیا جا رہا ہے۔

عالمی معاشرہ اور اقتصادیات:

بنی نوع انسان کے من حیث المجموع اس قدر ترقی کر لینے کے باوجود کرۂ ارض پر انسانوں کی اکثریت بے چینی اور نا آسودگی کا شکار ہے اس کی وجہ معاشی اور اقتصادی عدم استحکام ہے جو بطور خاص تیسری دنیا پر مسلط کیا گیا ہے۔ یوں تو اب تمام دنیا ہی اقتصادی بحران کی کیفیت ہے اور اس کی وجوہات تلاش کرنے کے لیے غور سے مطالعہ کرنا پڑے گا کہ آج کی دنیا جو ماورائے حدود کیفیت اختیار کرتی جا رہی ہے کس کے ہاتھوں میں قید ہے اور مادیت پرستی کا وہ کونسا جن ہے جس نے ایک نا ختم ہونے والی حرص اور بھوک کی آگ کو بھڑکایا ہے جس میں جل کر ساری دنیا راکھ ہوئی جاتی ہے۔ دوسروں کی غذا کو بھی ہڑپ کر جانے والے ڈائنا سار کی خصوصیات آج ہم سب کے اندر پیدا ہو رہی ہیں۔ مہنگائی اور قحط کا سامنا ہے اور عام انسان کے لیے اپنے خاندان کے لیے ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا کس قدر مشکل ہے۔ ہم آئے دن

خودکشیوں کی خبریں سنتے ہیں اور والدین جب اپنے بچوں کو فروخت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو اُس وقت انسانی حقوق کے علمبردار کیا کرتے ہیں۔

عالمگیریت کی وجہ سے پیشوں کے میدان میں بہت وسعت آئی ہے۔(۱۱)

One factor that nearly all globalisation theory has emphasized is economy.(۱۲)

ترجمہ: اقتصادیات عالمگیریت کے عمل کا بنیادی عنصر ہے۔

سنگاپور ایشیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ بلاشبہ تیز رفتار ترقی کے ساتھ ساتھ سنگاپور نے امن اور سماجی عدل کے حوالے سے بھی ایک اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ اس کی ترقی کے پیچھے کون کون سے عوامل کارفرما ہیں ان کا جائزہ تحقیقی نظر سے لیا جانا چاہیے تا کہ اس کی مثال سے دوسرے شہر فائدہ اُٹھا سکیں۔

The patterns indentified are different in some ways from those identified elsewhere, afinding which suggests that changes occuring in the world's global cities are influencedby something more than first the impact of global economic sectors. To be sure, local governance and culture also play a role.(۱۳)

ترجمہ: مسائل جن کی نشاندہی کی گئی ہے وہ کچھ مختلف سے ہیں دوسرے علاقوں کے مسائل کی نسبت۔ پتہ یہ چلا ہے کہ دنیا کے (سب سے) بڑے بڑے شہروں میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اُن کی وجوہات عالمی اقتصادی شعبوں کی کارکردگی کے نتائج سے زیادہ (اور میدانوں) کتیں اور ڈھونڈنی چاہیں۔ یقیناً مقامی حکومت اور ثقافت بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

عالمی معاشرہ اور عالمی مالیاتی ادارے

گذشتہ صدی میں عالمی جنگوں کے بعد جن اداروں نے جنم لیا اُن میں اہم ترین ادارے اقوام متحدہ کے عالمی مالیاتی ادارے ہیں۔ جوزف اسٹگلز جو نوبل انعام یافتہ ہیں اُن کی کتاب "Globalisation and its Discontents" بازار میں دستیاب ہے۔ انہوں نے تفصیل سے ان اداروں کی کارکردگی پر بحث کی ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے حوالے

سے ان کی تحقیق دوسرے ماہرین کے ساتھ ہم آہنگ ہے کہ ان اداروں کی کارکردگی پر ناقص رہی ہے اور تیسری دنیا میں بڑھتی ہوئی غربت کی وجہ ان اداروں کی غیر شفاف پالیسیاں ہیں۔اس ضمن میں مصنف لکھتے ہیں:

The IMF policies in East Asia had exactly the consequences that have brought globalisation under attack. the failure of the international institutions in poor developing countries were long standing but the failure did not grab the healines. Teh East Asia crises made vivid to those in the more developed world some of the dissatisfaction that those in the developing world had long felt. What took place in Russia through most of the 1990s provides some even more arresting examples why there is such discontent with internationl institutions and why they need to change.(۱۴)

ترجمہ: مشرقی ایشیا میں آئی ایم ایف کے منصوبوں کے نتائج بعینہٖ وہی تھے جن کے نتیجے میں عالمگیریت پر شدید تنقید کی گئی۔ترقی پذیر غریب ممالک میں اس بین الاقوامی ادارے کی ناکامی کافی پرانی چیز ہے لیکن یہ ناکامی اخبارات کی شہ سرخیوں کا حصہ نہ بن سکی۔مشرقی ایشیا کے بحران نے ان بے چینی کو واضح کر کے ظاہر کر دیا جو ترقی پذیر ممالک میں ایک لمبے عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔۱۹۹۰ء کی دہائی میں جو کچھ روس میں ہوا اُس نے واضح طور سے ثابت کر دیا کہ ان بین الاقوامی اداروں کی کارکردگی کیوں اتنی غیر اطمینان بخش ہے اور انہیں بدلنے کی ضرورت ہے۔

جیسا کہ جوزف ای اسٹگلز نے اپنی کتاب (جس کا ذکر ہو چکا ہے) میں بارہا کہا ہے کہ عالمی مالیاتی ادارے اور عالمی بینک ترقی پذیر ممالک کے بارے میں اپنی غیر اطمینان بخش پالیسیوں کے باعث بدنام ہو چکے ہیں۔ پے در پے ناکامیوں کے باوجود ان بین الاقوامی اداروں کے خلاف کسی نے آواز بلند کرنے کی جرأت نہیں کی یہاں تک کہ ۱۹۹۰ء میں سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور یوں یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ ادارے ناکام ہو چکے ہیں۔

Even so, the countries that have benefitted the most have been those

that took charge of their own destiny and recognized the role government can play in development rather than relying on the notion of a half regulated market that would fix its own ploblems.(۱۵)

ترجمہ: جن ممالک نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے وہ ایسے ممالک ہیں جنہوں نے اپنی تقدیر کا فیصلہ خود کیا اور یہ پہچانا کہ اس سلسلے میں حکومت کیا کردار ادا کر سکتی ہے نہ کہ انہوں نے (نصف حتمیین) آدھی تجارتی منڈی پر انحصار کیا کہ جو اپنے مسائل خود حل کرے۔

عالمگیریت سے نمٹنے کی صلاحیت پیدا کرنا اب وقت کی اہم ضرورت ہے، عالمگیریت کی بساط پر پھیلے ہوئے وہ مہرے جو اس کی چال کو مرتب کرتے ہیں ان کی کارکردگی پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔جوزف ای اسٹگلز کا خیال ہے:

Problem is not with globalisation, but with how it has been managed. Part of the problem lied with the international economic institutions with the IMF, World Bank, and WTO which help set the rules of the game. They have done so in ways that, all too often, have served the interests of the more advanced industrialised countries and particular interests within those countries-rather than those of the develping world. But it is not just that they have served those interests; too often, they have approached globalisation from particular narrow mind-sets, shaped by a particular vision of the economy and society. (۱۶)

ترجمہ: مسئلہ عالمگیریت کا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اس سے کس طرح نمٹا گیا ہے۔مسئلہ کا کچھ حصہ بین الاقوامی اقتصادی اداروں، آئی ایم ایف (بین الاقوامی مالیاتی فنڈ، عالمی بینک، عالمی تجارتی تنظیم) (کی ناقص کارکردگی) سے وابستہ ہے جو اس ڈرامے کے قوانین وضوابط مرتب کرتے ہیں۔انہوں نے یہ قوانین وضوابط کچھ اس طرح وضع کیے ہیں کہ اکثر اوقات یہ اعلیٰ ترقی یافتہ صنعتی ممالک کے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں اور ترقی پذیر دنیا کی بجائے یہ ترقی یافتہ ممالک کے مفادات کے لیے مخصوص نرم گوشہ رکھتے ہیں۔لیکن صرف یہی نہیں کہ ان اصولوں اور ضابطوں نے ان ممالک کو فائدہ پہنچایا ہو بلکہ اکثر اوقات انہوں نے عالمگیریت کو خاص دائرے

میں قید کرلیا جس دائرے کو اقتصادیات اور معاشرے کی طرف خاص نظریے نے تشکیل کیا ہو۔

عالمگیریت اور کثیر القومی کمپنیاں

ابلاغ کی طرح کثیر القومی کمپنیاں بھی عالمگیریت کا وہ پہلو ہیں جو کسی کی نظر سے اوجھل نہیں۔ یہ ایک ایسا جال ہے جس نے ہماری اشرافیہ کے گرد ایسا ہالہ بنا دیا ہے جو اُن کو دوسروں سے بالکل الگ تھلگ کر دیتا ہے اور وہ معاشرے کی main stream میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ سماجی رتبے میں بے انتہا بلندی ان کے قویٰ کو بہت حد تک مفلوج کر دیتی ہے اور وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے لیے کچھ کرنے کا نہ وقت رکھتے ہیں اور نہ صلاحیت۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اوقاتِ کار ہی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اُن میں کام کرنے والے کچھ اور نہیں کرسکتے۔

عالمگیریت کے عمل میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قیام نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

(۱۷) ایکسل کا خیال ہے:

Globalisation is an extremely important phenomenon and one that has to be confronted in theory and research, if we are to have any grasp of the contemporary world. (۱۸)

ترجمہ: عالمگیریت ایک انتہائی اہم عنصر ہے اور اگر ہمیں اپنی ہم عصر دنیا پر کچھ بھی گرفت رکھنا ہے تو ہمیں نظریاتی اور تحقیقی طور پر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

Major transnational corporations are the most important and most powerful institutions in the world today and by virtue of this fact they make capitalist globalisation the dominant form of globalisation. (۱۹)

ترجمہ: بڑی بڑی کثیر القومی کمپنیاں آج کی دنیا کے انتہائی طاقتور ادارے ہیں اور اس صورتِ حال کی وجہ سے یہ سرمایہ دارانہ عالمگیریت ہی کو عالمگیریت کی واضح ترین شکل بنا دیتے ہیں۔

Heywood کا خیال ہے:

"ایک ایسے معاشی نظام میں، جہاں کثیر القومی کمپنیاں غالب ہوں اور تجارت کا بین

الاقوامی اصول کارفرما ہو، قومی ریاستوں کا مستقبل معدوم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔" (۲۰) تاہم اب یورپی یونین کے ارتقا سے آنے والا وقت ایک آفاقی وسعت کے حامل بین الاقوامی وفاق کی نوید دے رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی وسعت پذیری اور سرمایہ دارانہ نظام کی بالادستی نے عالمگیریت کو ایک حقیقت کے طور پر منوالیا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی

بے محابا صنعتی ترقی اور مسابقت کے بے روک ٹوک رجحان کے باعث دنیا میں صنعتی فضلے کی پیدائش کی وجہ سے ماحول میں اتنی آلودگی پیدا ہو رہی ہے کہ کرۂ ارض کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔ اوزون کے کرہ کا سوراخ بڑھتا جا رہا ہے اور کرۂ ارض پر شمسی حرارت کا درجہ بڑھ گیا ہے۔ ۲۰ فیصد آبادی کے حامل ملک امریکہ نے کاربن ڈائی آکسائیڈ کی افزائش کرنے والے صنعتی اداروں کو بند کرنے سے اس لیے انکار کر دیا ہے کہ وہ اُن کی صنعتی ترقی کی راہ میں مددگار ثابت ہو رہے تھے۔ اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ ۴٪ لوگ ۹۶٪ لوگوں کو زہر دے رہے ہیں اور دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ (۲۱) جان آرٹ شالٹے لکھتے ہیں:

Neoliberal policies towards globalisation have had many negative consequences in regard to increased ecological degradation, persistent poverty, worsoned working conditions, various cultural violences widened arbitrary inequalities and dependent demoratic deficitys. (۲۲)

ترجمہ: عالمگیریت کے حوالے سے نئی آزادانہ پالیسیوں کے کچھ منفی نتائج سامنے آئے ہیں جن میں ماحولیاتی آلودگی، ناختم ہونے والی غربت، روز بروز بدتر ہوتا کام کرنے کا ماحول، ثقافتی معیارات کی خلاف ورزی، دن بدن بڑھتی ہوئی عدم مساوات کی کیفیت اور کمزور جمہوریت کے نقصانات شامل ہیں۔

کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ عالمگیریت نے انسانی آبادی کے بہت تھوڑے حصے کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اس کے پیچھے کیا محرکات ہیں؟ ان پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

Globalisation today is not working for many of the world's poor. It is not working for much of the environment. It is not working for the stability fo

the global economy. They transition from communism to a market economy has been so badly managed that with the exception of china, Vietnam and a few Eastern European countries, poverty has soared as incomes have plummeted.(۲۳)

ترجمہ: موجودہ عالمگیریت دنیا کے عام غریب آدمی کے لیے کچھ نہیں کر رہی ہے۔ یہ ماحولیات کے لیے بھی کچھ خاص نہیں کر رہی ہے۔ یہ عالمگیریت معاشیات کو مستحکم کرنے میں بھی ناکام رہی ہے۔ کمیونزم سے لے کر تجارتی معیشت تک کے سفر کو اس بری طرح طے کیا گیا ہے کہ چین، ویت نام اور چند مشرقی یورپین ممالک کے علاوہ غربت میں اضافہ ہوا ہے اور آمدنی اچانک نچلی سطح تک گر گئی ہے۔

عالمگیریت کے مثبت اور منفی پہلو

عالمگیریت اپنی آغوش میں امید کا پیغام بھی رکھتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ساری دنیا کے بہترین دماغ ہوں اور مسائل کے حل کے لیے اپنی تجاویز پیش کریں اور صاحبان اختیار دیانت داری سے ان پر عمل درآمد کرائیں۔

عالمگیریت کے عوامل کو مثبت پالیسیوں کے ذریعے مفید اور کارآمد بنایا جا سکتا ہے اور اگرچہ ان پالیسیوں پر عملدرآمد کرنا کوئی آسان کام نہیں تاہم محنت کے ساتھ ان سے مطلوبہ فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ عالمگیریت کے عمل کو محتاط پالیسیوں کی مدد سے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں جوزف ای اسٹگلز لکھتے ہیں:

Globalisation has brought huge benefits. East Asia's success was based on globalisation, specially on the oppurtunities for trade, and increased access to market and technology. Globalisation has brought better health as well as an active global civil society fighting for more democracy and greater social justice. (۲۴)

ترجمہ: عالمگیریت کے پہلو میں عظیم الشان فوائد بھی موجود ہیں۔ مشرقی ایشیا کی کامیابی کا

انحصار عالمگیریت پر تھا بطور خاص تجارت کے لیے نئے نئے مواقع اور منڈیوں اور تکنیکی معلومات تک بڑھتی ہوئی رسائی۔ عالمگیریت نے صحت عامہ کے بہتر مواقع فراہم کیے ہیں اور ایک ابھرتا ہوا عالمی مہذب معاشرہ تشکیل کیا ہے جو بہتر جمہوریت اور زیادہ سماجی انصاف کے حصول کے لیے برسر پیکار ہے۔

جان آرٹ شالٹے نے عالمگیریت کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے کہا ہے:

On the bright side globalisation has in certain cases improved possibilities for young people, poor countries, women and other subordinated social circles to realize their potentials. More negatively, however, gloablisation has thus far sustained or increased various arbitrary hierarchies in contemporary society. For example gaps in oppurtunities have tended to widen during the period of accelerated globalisation on class lines as well as between the North(the-socalled-First World) and the South (the-socalled-Third World) and the East (the current and former state socialist countries). Structural inequalities have often grown in respect of gender, race, urban/rural divisions and generations.(۲۵)

ترجمہ: عالمگیریت کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ اس نے کچھ معاملات میں نوجوانوں، غریب ملکوں، خواتین اور معاشرے کے دیگر محکوم اور کمزور حلقوں کے لیے مختلف مواقع کو بہتر بنایا ہے تا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔ منفی پہلو یہ ہے کہ اس نے موجودہ معاشرے میں آج تک ہونے والی غیر منصفانہ تقسیم کو بڑھایا ہے یا برقرار رکھا ہے۔ مثلاً بڑھتی ہوئی عالمگیریت کے اس دور میں مواقع کی مساوی تقسیم میں بہت بڑی خلیج حائل ہے، وہ مواقع جو سماجی رتبے کے لحاظ سے میسر ہیں یا شمال (مبینہ دنیائے اوّل) اور جنوب (مبینہ تیسری دنیا) اور مشرق (موجودہ اور سابق اشتراکی ممالک) کو حاصل ہیں۔ اداروں میں بھی غیر مساوی فکر کے رجحانات بڑھ گئے جن کا تعلق صنفیت، نسلیت، شہری/دیہاتی تقسیم اور نسلوں سے ہے۔

اقتصادی مسائل پر قابو پانے کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے جیسا جوزف ای اسٹگلز لکھتے ہیں:

What is needed are policies for sustainable, equitable and democratic growth. This is the reason for development. Development is not about helping ja few people get rich or creating a handful of pointless protected industries that only benefit the countries elite; it is not about bringing in Prada and Benetton, Ralph Lauren or Louis Uniton for the urban rish and having the rural poor in their misery. Being able to buy Gucci handbags in Moscow departmental store did not mean that country had become a market economy. Development is about transforming societies, improving the lines of the poor, enabling every one to have a chance at success and access to health care and education. (٢٦)

ترجمہ: ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے منصوبے بنائے جائیں جو سماجی استحکام، مساوات اور جمہوریت کے فروغ میں مددگار ثابت ہوں۔ یہ ترقی کا حقیقی مفہوم ہے۔ ترقی یہ نہیں ہے کہ مٹھی بھر بے کار صنعتوں کو تحفظ دیا جائے جو صرف معاشرے کے اعلیٰ طبقوں کو فائدہ پہنچائیں، ترقی یہ نہیں ہے کہ شہروں کے رئیسوں کے لیے پراڈا، بینیٹن، رالف لارین اور لوئی وٹون کا انتظام کیا جائے اور غریب دیہاتیوں کی مصیبتوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ روس کے ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور سے گوچی کا بیگ خرید سکنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملک تجارت کے حوالے سے بازار کی معیشت میں داخل ہوگیا۔ ترقی یہ ہے کہ معاشروں کی حالت تبدیل کی جائے، غریبوں کی زندگیاں بہتر بنائی جائیں، ہر شخص کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ کامیابی، صحت اور تعلیم کی شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔

جوزف ای اسٹگلز نے مندرجہ ذیل تجاویز رکھی ہیں جن سے اقتصادی عدم استحکام پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

1. Acceptance of the dangers of capital market liberlisation, and that

short term capital flows (hot money) implore huge externalities costs born by those not directly party to the transaction (the lenders and the borrowers)

2. Bankruptcy reform and Standstills

3. Less reliance on bailouts

4. Improved banking regulation - both design and implimentation in the developed and less developed countries alike.

5. Improved risk management

6. Improved Safety nets

7. Improved responce to crisis (٢٧)

ترجمہ: مندرجہ ذیل کو تسلیم کرنا۔

١۔ سرمایہ دارانہ منڈی کی آزادانہ کارکردگی کے خطرات قلیل مدتی سرمایہ کا بہاؤ (آتشی سرمایہ) بیرونی اخراجات کا کثرت سے دباؤ جس کا شکار وہ لوگ ہیں جو بلا واسطہ لین دین میں شامل نہیں ہیں (یعنی قرض خواہ اور مقروض)

٢۔ دیوالیہ کے سلسلے میں اصلاحات اور سکوت

٣۔ ضمانت پر کم انحصاری

٤۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں یکساں طور پر بنائے گئے بینکنگ کے بہتر قوانین جو منصوبے اور عملدرآمد کے سلسلے میں بیک وقت کارآمد ہوں

٥۔ خطروں سے نمٹنے کی بہتر منصوبہ بندی

٦۔ حفاظتی جال کی بہتری

٧۔ بحران سے نمٹنے کی بہتر صلاحیت

بہر حال عالمگیریت ایک ایسی قوت ہے جس سے مقابلہ کرنے کے لیے قوموں کو اپنے آپ کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھانا ہوگا۔ کسی بھی ملک کی پسماندگی عالمگیریت کی دلکشی میں ایک بڑا داغ کی مانند دکھائی دے گی۔ اس ضمن میں ہکسل کا خیال مندرجہ ذیل ہے:

In this sense, gloablisation continues to be depicted as an autonomous historical force, overwhelming our social, political and economic structures and leaving us incapacitated as agents in the face of inexorable change(Reich 1993:3). In a similar manner we are consistently awestruck by one of the globalisations' seamingly elements: technology. In a recent state of the debate article Daniel Drazner (2001:53) assets that globalisation in the eluste of technological, economic and political innovation that have drasticalluy reduced the barriers to economic, political and cultural exchange. (۳۸)

ترجمہ: اس حوالے سے عالمگیریت ایک خودکار تاریخی قوت ہے جو ہمارے سماجی، سیاسی اور اقتصادی ڈھانچے پر بری طرح حاوی ہے جس کی وجہ سے ہم کوئی قابل ذکر تبدیلی لانے سے قاصر ہیں (ریچ ۳۔۱۹۹۱ء)۔ اسی طرح ہم مستقل طور پر عالمگیر دنیا کے ایک اہم عنصر ٹیکنالوجی سے مرعوب اور خوفزدہ رہتے ہیں۔ دانیال وریزنر نے ایک حالیہ شمارے ''بحث کی کیفیت'' میں ایک مقالہ لکھا جس میں انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ عالمگیریت ایک ٹیکنالوجی، اقتصادی اور سیاسی ایجادات کا مرکب ہے جس نے اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی تبادلے کی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو حتی الامکان ختم کر دیا ہے۔

عالمگیریت کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو تحقیقی نظر سے دیکھا جائے اور اس کی وجوہات اور اثرات پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیدا کردہ مسائل سے نمٹنے کے لیے اپنے وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ اور اس ادراک کو عوام الناس تک پہنچایا جائے کہ وہ ایک عالمی معاشرے کے شہری ہیں اور اُن کی ذمہ داریوں کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے۔ آنے والا وقت مزید مشکلات لے کر آئے گا۔ بہتر ہے کہ ہم اپنی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اس کے لیے تیار کریں تا کہ عالمگیریت ہمیں اپنے پاؤں تلے روندنے کی بجائے ہمارے لیے ترقی کے نئے نئے مواقع فراہم کرے۔

حوالہ جات

1. Jon Aart Scholte, Globalisation, A Critical Introduction, Palgrave, N.Y., 2000, p. 8.
2. Joseph E. Stiglitz, Globalisation and its Discontents, W. W. Norton and company, New York, London, 2002, p. 9.
3. Jon Aart Scholte, Globalisation, A Critical Introduction, p. 8.
4. Timothy J. Serase, Todd Joseph Miles Holden, Scott Baum, Globalisation, Culture and inequality in Asia, Trans Pacific Press, Melbourne, 2003, p. 13.
5. Jon Aart Scholte, Globalisation, A Critical Introduction, p. 8.
6. Timothy J. Serase, Todd Joseph Miles Holden, Scott Baum, Globalisation, Culture and Inequality in Asia, p. 13.
I7. bid.
8. Ibid., p.11.
9. Ibid., p.7.
10. Edward Elgar, Davies, C. Nyland(editors), Globalisation in the Asian Regions: Impacts and Consequences, Monash University (Institute of Study of Global Movements Global Movements Publications, 2004, p. 49.
11. Timothy J. Serase, Todd Joseph Miles Holden, Scott Baum, Globalisation, Culture and inequality in Asia, p. 5.
12. Ibid.
13. Ibid., p.16.
14. Joseph E. Stiglitz, Globalisation and its Discontents, p.132.
15. Ibid., p.248.
16. Ibid., p.214.
17. Timothy J. Serase, Todd Joseph Miles Holden, Scott Baum,

Globalisation, Culture and inequality in Asia, p. 6.

18. Axel Hulsemeyer(Editor), Assistant Professor Department of Political Science, Concordia University, Montreal, Canada: Globalisation in the Twenty First Century: Convergence or divergence? Palgrave-Macmillan, N.Y., 2003, p. 15.

19. Ibid., p. 16.

20. Jan Aart Scholte, Globalisation, Acritical Introduction, p.133.

21. Ibid., p. 135.

22. Ibid., p. 8.

23. Joseph E. Stiglitz, Globalisation and its Discontents, p.214.

24. Ibid.

25. Jan Aart Scholte, Globalisation, Acritical Introduction, p. 6.

26. Globalisation and its Discontents, Joseph E. Stiglitz, p. 252.

27. Ibid., p. 236-237.

28. Axel Hulsemeyer(Editor), Globalisation in the Twenty First Century: Convergence or Divergence? p. 33.

Fazlur Rahman's Educational Ideas

Amna Afreen

Abstract

Fazlur Rahman has advanced the foresight of Sir Sayyid and Iqbal, so he considers the reformation of Islamic intellectualism with amending the core curriculum of religious education is essential. Since, the deficiency of insight and the sterility of intellectual aptitude are vital to eradicate from Muslims. For avoiding the melancholy of imitating the west blindly he search in the exceptional history of Muslims' great contributions in their respective fields of knowledge, these historical facts compelled contemporary Muslims to take their part in the moral progress of humanity. He believes that the deterioration of Muslims in education is the crucial cause of their decline. The solution for him is the proficient teachers with carefully planned syllabus are decisive for the development of society.